بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام

کے

تاریخ ساز زمانے

مصنف

غلام مصطفیٰ مجددی

ناشر
رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور

فیضان نظر سلسلہ اشاعت نمبر159

حضور امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ

+++

نام مقالہ : اسلام کے تاریخ ساز زمانے

مصنف : غلام مصطفیٰ مجددی (M.A)

کمپوزنگ : انٹر نیشنل کمپیوٹر کالج ریلوے روڈ شکر گڑھ Ph:3011

ناشر : رضا اکیڈمی، لاہور

صفحات : 64

اشاعت : 1420/ 1999

مطبع : احمد سجاد آرٹ پریس، لاہور

ہدیہ : دعا خیر حق معاونین رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور

عطیات بھیجنے کے لئے

رضا اکیڈمی اکاؤنٹ نمبر 938/83، حبیب بنک وسن پورہ برانچ، لاہور

بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات 10 روپے کے ٹکٹ ارسال کریں

ملنے کا پتہ

رضا اکیڈمی رجسٹرڈ

مسجد رضا محبوب روڈ، چاہ میراں، لاہور، پاکستان کوڈ نمبر 54900

فون نمبر 042-7650440

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

+++

* ان ساربانوں
* ان حدیٰ خوانوں کی نذر

جن کے نقوش پا، زمانوں کا جھومر بنے

* ان صحرا نشینوں
* ان زہرہ جبینوں کے نام

جن کے جمال رخ نے صدیوں کا اندھیرا دور کیا۔

* ان غازیوں
* ان نمازیوں کے حضور

جن کے ولولوں نے مردہ دلوں کو حیات دائمی عطا کی۔

ہے کسی اور کی
نشور بڑے بڑے
ت سے زمانوں کو
تِ والا شان کی
ن کی برکت سے

نغمہ جاں

... اسلام کے زمانے — کس درجہ دل ربا ہیں اسلام کے زمانے

...ی اسلام کی بقا نے — قوموں کا آسرا ہیں اسلام کے زمانے

...نے بخشا ہے دل کا سودا — سرمایہ وفا ہیں اسلام کے زمانے

...، افغانیوں کے لشکر — سطوت سے آشنا ہیں اسلام کے زمانے

...جانوں میں جان آئی — ہر درد کی دوا ہیں اسلام کے زمانے

ایمان سے درخشاں عرفان سے فروزاں — اسلام کی ضیاء ہیں اسلام کے زمانے

ارمان سے مزین، ایقان سے مبرہن — تزئین دوسرا ہیں اسلام کے زمانے

عدل و خودی کے داعی، انصاف کے پیامی — وحدت کا راستہ ہیں اسلام کے زمانے

باغوں میں پھول مہکے پیڑوں کے رنگ چمکے — کیا صورت صبا ہیں اسلام کے زمانے

جن پہ سدا ہے چھایا، زلف نبی کا سایہ — وہ رحمتوں کی جا ہیں اسلام کے زمانے

صدیق کی نظر ہیں، فاروق کی خبر ہیں — عثمان کی ادا ہیں اسلام کے زمانے

ایثار سے عبارت، جذبات کے سمندر — فیضان مرتضیٰ ہیں اسلام کے زمانے

پھیلے ہیں جیسے صحرا، بہتے ہیں جیسے دریا — احسان مصطفیٰ ہیں اسلام کے زمانے

تاریخ جن پہ نازاں، تہذیب جن پہ فرحاں
قرآن کی عطا ہیں اسلام کے زمانے

غلام مصطفیٰ مجددی (M.A)

حضور امام ربا...

نام مقالہ :

مصنف :

کمپوزنگ :

ناشر :

آئینہ

مذاہب عالم میں مذہب اسلام کی تاریخ جتنی تابناک ہے کسی اور کی نہیں اسلام کے دامن میں بڑے بڑے سپہ سالار، بڑے بڑے دانشور بڑے بڑے صاحبِ کردار لوگوں نے جنم لیا اور اپنے ہمہ گیر اوصاف و کمالات سے زمانوں کو متاثر کیا، قوموں اور علاقوں کی تقدیر بدلی۔ ان لوگوں کی ذواتِ والا شان کی صورت میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے ان معجزات کا ظہور ہوا جن کی برکت سے عالم انسانی میں انقلاب رونما ہوئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یورپ کی موجودہ فکری، سائنسی ترقی میں اسلام کی قد آور شخصیات نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ ترکی اور اندلس کے حکمرانوں اور ان کے زیر سایہ پروان چڑھنے والے مفکروں اور دانشوروں نے یورپ کو تہذیبی افکار اور اخلاقی اقدار سے روشناس کروایا، اور جہالت و سفاہت کے اندھیروں میں بھٹکنے والی قوموں کو تمدن کی روشنی عطا کی۔ لیکن افسوس اس امر کا ہے کہ ہماری نئی نسل کو اپنی اس جاندار اور شاندار تاریخ سے کوئی آگاہی نصیب نہیں، اس احساس کمتری کا اصل سبب بھی شاید یہی ہے، اس وقت، وقت کی اہم پکار یہ ہے کہ اپنی جسمانی اور روحانی اولاد کو اپنے اسلاف کی داستانیں سنائی جائیں، انہیں بتایا جائے کہ ہمارے ہیروز کون ہیں۔ آج ہمارے اخبارات اور برقی آلات، فلموں اور کھیلوں سے وابستہ افراد کو ہیروز بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ ان کے سوانحی خاکے، بڑی بڑی تصویریں اور دلچسپ مکالمے شائع کر کے قوم کے ذہنوں میں ان کا تصور مضبوط کر رہے ہیں۔

کاش ! یہ ذرائع ابلاغ ہمارے اصل ہیروز کے حالات زندگی پر کام کرتے تو ہماری نسل اس حد تک مایوس دکھائی نہ دیتی۔ ہمارے ان نادان دوستوں کی "دوستی" کسی اعلانیہ دشمن کی دشمنی سے کم نہیں۔بلکہ کچھ زیادہ ہی خطرناک ہے۔ اس صورت حال کو ہمارے والدین مزید خطرناک بنارہے ہیں۔ پہلے والدین اپنے بچوں کو مسلم ہیروز کی بہادری، فیاضی، ہمدردی اور اسلام پسندی کی کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ تو بچے حوصلہ مند، باشعور اور کچھ کر گزرنے کی صلاحیت لے کر پروان چڑھتے تھے، آج کے مسلم والدین بچوں کو فلموں کی سٹوریاں سناتے ہیں۔ ڈراموں کے مناظر یاد کراتے ہیں، گیت سنگیت اور ڈانس کے لیے کلبوں اور ہالوں میں بھیجتے ہیں تو بہتری کی کون سی کرن پھوٹ سکتی ہے۔ یہ ہمارے اعلی طبقے کا مسئلہ ہے، اور متوسط اور غریب طبقے کے لوگوں کو غم روزگار نے نڈھال کر رکھا ہے۔ ان کے پاس محنت و مشقت کے سوا کوئی وقت نہیں ہوتا، ان کی اولاد ان کی عدم توجہ کی وجہ سے بہت سی معاشرتی برائیوں کا شکار ہو رہی ہے، اور جرائم پیشہ افراد کی شکل میں معاشرے کا ناسور بن رہی ہے۔ ان تمام طبقوں کو اپنے آباؤاجداد کی تاریخ یاد رکھنی چاہئیے اور اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت تاریخ اسلام کی روشنی میں کرنی چاہیئے، ان کو بتانا چاہئیے کہ ہم ایک زندہ قوم کے چشم و چراغ ہیں۔ ہم دریاؤں ، صحراؤں اور پہاڑوں کو ایک ٹھوکر سے اڑا دینے والے بہادروں کے جانشین ہیں ہم صدیوں، قوموں اور علاقوں کی قسمت کا فیصلہ کرنے والے مدبروں کے وارث ہیں۔ ہمارا ایک اک لمحہ دوسروں کے برسوں کا منہ چڑا رہا ہے۔ میں نے یہ مقالہ بھی اس مقصد کے لیے رقم کیا ہے کہ ہمارے مصروف لوگ اگر اپنی تاریخ کا تفصیلی مطالعہ نہ کر سکیں تو ان چند تاریخ ساز زمانوں کا مطالعہ کریں۔ اس سے

یہ نہ خیال کیا جائے کہ اسلام کے پاس صرف یہی زمانے ہیں جن پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ بس طوالت سے بچنے کے لیے گلشن تاریخ سے چند پھولوں کا انتخاب کیا ہے۔ انشاء اللہ ان کی خوشبو آپ کے مشام جاں کو معطر کر دے گی۔

دیکھے تو زمانے کو اگر اپنی نظر سے
افلاک منور ہوں ترے نور سحر سے
خورشید کرے کسب ضیا تیرے شرر سے
ظاہر تری تقدیر ہو سیمائے قمر سے
دریا متلاطم ہوں تری موج گہر سے
شرمندہ ہو فطرت ترے اعجاز ہنر سے
اغیار کے افکار و تخیل کی گدائی
کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی

(اقبال)

✹✹✡✹✹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام نے دنیا کو کیا دیا اس سمندر کو چند صفحات کے کوزے میں بند کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ لیکن اس کی چند لہروں کی جولانیاں دکھانے کیلئے اور اس کی کچھ کرنوں کی جھلکیاں بتانے کیلئے ایک ناتمام سی کوشش کی گئی ہے۔ جو مختصر تحقیق و تبصرہ کی صورت میں پیشِ خدمت ہے۔ ہم نے تاریخ اسلامی کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ عہد نبوت ۲۔ عہد خلافت ۳۔ عہد ملوکیت

عہد نبوت

اسلام کا سب سے عظیم و حسین، سب سے بلند وبالا اور تاریخ ساز زمانہ "عہد نبوت" ہے جس کے بارے میں قرآن پاک نے بھی قسم اٹھائی ہے، "والعصر" زمانہ محبوب کی قسم۔ اور زبانِ نبوت نے بھی گواہی دی ہے کہ مجھے سب سے بہترین زمانے میں پیدا کیا گیا ہے۔۔ چونکہ حضور فخر آدم و بنی آدم ﷺ نسلِ انسانی کے سردار ہیں تو آپ سے منسوب ہر چیز پوری کائنات ارضی و سماوی میں منفرد ہو گی۔ وہ فسق و فجور، شرک و کفر، جہالت و ضلالت سے لبریز دنیا حضور محسن انسانیت کے فیضانِ کرم سے مذہبی، معاشرتی، معاشی، سماجی، سیاسی اصولوں سے آشنا ہو گئی۔ آپ نے ہجرت مدینہ کے بعد کفرستان

عرب میں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی جو پھیل کر مکہ، نجران، یمن، حضر موت، عمان، بنو کندہ اور بحرین کے وسیع و عریض صوبوں پر چھا گئی۔ اس اسلامی ریاست کے سربراہ، حاکمِ مطلق کے نائب حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات میں جلوہ گر تھے۔ آپ نے جس اسلامی ریاست و حکومت کی طرح ڈالی اسکی خصوصیات یہ ہیں۔

□ حاکمیت واقتدار اعلیٰ صرف خدائے واحد جل شانہ کے دست قدرت میں ہے۔ سب پر اس کا حکم ماننا فرض ہے۔

□ رسول اللہ ﷺ کی ذات وصفات اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی مظہر اتم ہیں، ان کی اطاعت ومحبت، رضا ووفا، حکم واقتدار در حقیقت اس کی طرف سے ہے۔ جو ان کی اطاعت کرتا ہے وہ اس کی اطاعت کرتا ہے، جو ان سے محبت کرتا ہے وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ اور کوئی شخص اس وقت تک دائرہ اسلام میں داخل ہی نہیں ہو سکتا جب تک اپنے باہمی تنازعات ومعاملات میں ان کی حاکمیت تسلیم نہیں کرتا۔

□ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ کسی کے محتاج نہیں۔ پھر بھی انہوں نے اسلامی ریاست کے عوام وخواص کو شوریٰ کا حق عطا کیا ہے۔ چنانچہ عہد نبوت میں بہت سے جہادی، مذہبی، معاشرتی امور میں صحابہ کرام کی مجلس مشاورت طلب کی جاتی اور ان کی رائے کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ہماری نظر میں مشاورت کی شکل میں اسلام نے جو جمہوریت کا تصور پیش کیا ہے۔ مغربی جمہوریت کا آزاد تصور اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا، کیونکہ اسلام میں جہاں جمہور بہکنے لگتے ہیں وہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا

سہارا ان کو تھام لیتا ہے۔ مغربی جمہوریت میں ایسا کوئی سہارا نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس کے نقائص ومعائب سے بہت سی اقوام متاثر ہو کر اپنی کشتی ڈبو بیٹھی ہیں۔

□ عہدِ نبوی میں معاشرہ، عدل ومساوات، اخوت ویگانگت، خلوص وللّٰہیت، فکری وملی طہارت جیسی خوبیوں سے مزین تھا۔ رسول اللہ کی صحبت بابرکت نے انسانی طبائع وضمائر میں ایسا آفاقی انقلاب برپا کیا تھا کہ اور کہیں اس کی مثال محال نظر آتی ہے۔

□ بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ اسلامی ریاست کی ترجیحات میں شامل رہا ہے، عہد نبوی میں اس پر جتنا زور دیا گیا تھا وہ دیدنی ہے سب برابر تھے، گوروں کو کالوں پر، عربیوں کو عجمیوں پر کوئی برتری نہیں تھی، سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے ناطے یکساں تھے، ہاں وہ افضل سمجھا جاتا تھا جو زیادہ پرہیزگار ہوتا تھا، عزت وآبرو، جان ومال کی حرمت قائم تھی۔ اس سلسلے میں حجۃ الوداع کا عظیم چارٹر پوری کائنات کی رہنمائی کر رہا ہے۔ غلاموں، بیواؤں، یتیموں کا احترام سب پر فرض تھا، غیر مسلموں کے حقوق کا بھی پورا خیال تھا۔

□ حدود قائم تھیں، مجرم کو چھوڑنا جرم کو فروغ دینے کے مترادف سمجھا جاتا تھا، مظلوم کی دادرسی ہوتی تھی۔ ظالم کی بیخ کنی کی جاتی تھی۔ احتساب عام تھا۔

□ مالِ غنیمت، زکوٰۃ، عشر، صدقات، جزیہ، خراج اور فئے کی آمدنی سے غریبوں، مسافروں، یتیموں، بیوؤں کی مدد وکفالت کی جاتی تھی۔

□ مختلف صوبوں میں والی، عامل اور قاضی مقرر تھے جو عوام کی ضروریات کا خیال رکھتے اور خود کو ان کے سامنے جوابدہ تصور کرتے تھے۔

□ مضبوط عسکری نظام قائم تھا جس میں اسلامی ریاست کے دفاع کی پوری صلاحیت موجود تھی، وہ جذبوں اور ولولوں سے مالا مال لوگ جس میدان میں اترتے نصرتِ خداوندی ان کا شاندار استقبال کرتی۔ حضور اشجع الناس ﷺ عساکرِ اسلام کے سپہ سالار اعظم تھے۔ آپ کے حکم سے بعض صحابہ کرام کو بعض مہمات کی رہنمائی کا فریضہ سونپا گیا اور وہ سرخرو ہوئے، اسلام کے تصورِ جہاد میں ظلم وتعدی کا کوئی وجود نہیں۔ ایسی بے مثال اور لازوال داستانیں دامنِ اسلام سے وابستہ ہیں جن میں اپنے جانی دشمنوں کو بھی معاف کیا گیا ہے، عورتوں، بوڑھوں، بچوں، جانوروں، درختوں، فصلوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا جاتا تھا چہ جائیکہ ان کو ملیا میٹ کیا جائے۔ میدان جہاد میں جذبہ ایثار و محبت کی انمول مثالیں تاریخ اسلام کا تابدار خزانہ ہیں۔ عہد نبوت تو ان مثالوں اور داستانوں کا سبق دینے والا ہے۔ اسمیں لوگ کس طرح ایک دوسرے پر جان و مال وارتے ہوں گے۔

□ حضور تاجدار کونین ﷺ کا مشن کسی ایک شعبہ حیات کو مکمل کرنا نہیں تھا بلکہ آپ تو تمام شعبوں کو چار چاند لگانے آئے تھے، آپ نے زندگی کے ہر میدان میں انقلابی اور اصلاحی تبدیلیاں کیں کہ تہذیب وتمدن سے عاری قوم کو اقوام عالم کا امام بنادیا۔ آپ نے عرب معاشرے میں مختلف اصلاحات نافذ فرمائیں۔

۱۔ عرب شرک وکفر میں ڈوبا ہوا تھا، لوگ بت پرستی، مظاہر پرستی اور اوہام پرستی میں مبتلا تھے حضور ﷺ نے اس کی مذہبی اصلاح فرمائی، کہ کفر و شرک کو ہمیشہ کیلئے جزیرہ نمائے عرب سے نکال دیا، خدا سے بیگانہ لوگ خدا آشنا بن گئے۔

۲۔ عرب خانہ جنگی کا شکار تھے، طالف الملوکی کے گرویدہ تھے، قبائلی کشمکش میں صدیوں کی فطرت مسخ ہو چکی تھی، حضور پیغمبر امن و آشتی ﷺ نے خون کے پیاسوں کو شیر و شکر کر دیا۔ لامرکزیت کو اپنی ذات پر جمع فرمایا۔ الجھے ہوئے راستوں کو ایک منزل عطا کی۔ سب شعوب وقبائل مدینہ منورہ کی دولتِ مشترکہ کے پرچمِ وحدت کے نیچے کیا یکجا ہوئے کہ قیصر و کسریٰ کا غرور خاک میں ملا دیا۔

۳۔ عرب معاشرہ چوری چکاری، ڈاکہ زنی، شراب نوشی، قمار بازی، تفاخر نسلی کا رسیا تھا ان لوگوں میں ہر برائی موجود تھی، حضور ﷺ کی اصلاحی تحریک اور اسلامی تہذیب نے انکو صدق و صفا، صبر و رضا، حلم و حیا، جود سخا، حسن وفا، کا علمبردار بنادیا۔

۴۔ عرب کی اقتصادی حالت بہت قابل رحم تھی۔ جو امیر تھے، وہ ازحد امیر تھے، اور جو غریب تھے وہ از حد غریب تھے۔ سود کی بیماری نے پورے عرب کو ادھ موا کر رکھا تھا۔ حضور نے سود کی جگہ زکوٰۃ و صدقات کو فروغ دیا۔ لوگوں میں جذبہ ہمدردی کو ابھارا، لوگ ایک دوسرے کے کام آنے لگے۔ اسلام کے قانون وراثت نے ایک انقلاب برپا کر دیا جس سے نسلوں کی زندگی سنور گئی، رزقِ حلال کی برکات پورے جوبن پر تھیں۔ مسلمانوں کی سماجی بہبود کیلئے دولت کو گردش میں رکھنے کی ترغیب دی گئی۔ لوگ مال کے ذخیرے پر مال کے صرف کرنے کو ترجیح دینے لگے۔ بیت المال قائم کئے گئے۔ آپ نے سرمایہ داری پر کاری ضرب لگائی اور اہل عرب نہایت تھوڑے عرصے میں نہایت خوشحال ہو گئے، حضور ﷺ نے اقتصادی تفریق کو ختم کر دیا۔ یہ دنیا میں بہت بڑی معاشی

اصلاح تھی جس کا نظارہ پہلے دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔

۵۔ حضور محسنِ کائنات ﷺ نے عورت کو حقوق عطا فرمائے۔ ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کو عظمتیں تقسیم کیں۔ سارے عہد نبوت پر جناب عبد اللہ ملک کا تبصرہ ملاحظہ فرمایئے:

"محسنِ انسانیت رسول اکرم ﷺ رحمۃ للعالمین بن کر آئے تھے۔ آپ نہ صرف ایک بہت بڑے ریفامر تھے بلکہ ایک عظیم ترین معمار قوم بھی تھے۔ آپ کی نافذ کردہ سیاسی، مذہبی، اخلاقی، معاشی، سماجی اصلاحات کا منشاو مقصد یہ تھا کہ معاشرہ ہر امتیاز سے مربوط، مستحکم اور ہر قسم کی برائیوں سے یکسر پاک اور خوشحال ہو۔ تاکہ انسان کی ذہنی اور باطنی قوتوں کو ایک پاکیزہ اور پر سکون فضا میں نشوونما کا موقع ملے اور اسطرح تہذیب و تمدن کی تعمیر مستحکم بنیادوں پر استوار ہو اور ایک ایسا معاشرتی ماحول قائم ہو جائے جسمیں انفرادی مفاد پر اجتماعی مفادات کو ترجیح دی جائے۔

اس پاکیزہ نظام کے تحفظ کیلئے آنحضور ﷺ نے افراد کی باطنی اصلاح بھی فرمائی تاکہ وہ اس قابل ہو جائیں کہ اس نظام معاشرت کے قوانین اور اصول و ضوابط کی پیروی خوشی کریں۔ اس ضمن میں رسول کریم ﷺ نے نہ صرف دلوں میں اسلامی تعلیمات کے ذریعہ ایمانی روح پھونکی بلکہ مناسب انسدادی تدابیر بھی اختیار فرمائیں۔ اور ساتھ ساتھ اخلاقی جرائم کے انسداد کیلئے تعزیری تدابیر بھی اختیار کیں۔ اور ہر جرم کی نوعیت کے مطابق سخت اور عبرتناک سزائیں تجویز فرمائیں۔ آنحضور ﷺ کی نافذ کردہ اصلاحات کا فیضان تھا کہ سرزمین عرب۔ تھوڑی ہی مدت میں محسن انسانیت محمد رسول ﷺ کے طفیل

تہذیب و تمدن صلح و آشتی اور امن و راحت کا قابلِ رشک گہوارہ بن گئی۔ (تاریخ اسلام ص ۲۶۴)

عہدِ خلافت

حضور سرور دو عالم ﷺ کے ظاہری عہد نبوت کے بعد آپ کے خلفا کرام حضور سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی، سیدنا علی المرتضےٰ اور سیدنا حسن مجتبےٰ ؓ کا لاثانی عہد خلافت شروع ہوا جسے تاریخ اسلام میں "خلافتِ راشدہ" کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ خلافت کا معنی ہے جانشینی، قائم مقامی گویا نبوت اصل ہے تو خلافت اسکا سایہ ہے۔ نبوت آئینہ ہے تو خلافت اسکا عکس جمیل۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"تم سے پہلے بنی اسرائیل میں انبیاء کرام سیاست فرماتے تھے، ایک رخصت ہوتا تو دوسرا اسکی جگہ لے لیتا، لیکن اب نبوت مجھ پر ختم ہو گئی ہے۔ تم میں خلفا ہوا کریں گے۔ (بخاری و مسلم)

اور جو خلافت منہاج نبوت پر گامزن ہو، اس کو خلافت راشدہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اس عہد کے حکمرانوں کو خلیفہ راشد کا لقب دیا گیا ہے۔ اسلام میں نبوت کے بعد خلافت راشدہ کا مقام دوم مرتبہ ہے۔ اسی لئے جن امور میں وحی و رسالت کا حتمی فیصلہ موجود نہ ہو وہاں خلافت راشدہ کا فیصلہ واجب الاطاعت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا علیکم سنتی و سنة الخلفا الراشدین، تم پر میری اور خلفائے راشدین کی سنت فرض ہے۔ جب ہم تاریخ اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین ہی حضور کے درست جانشین اور صحیح نائب ہیں۔ انہوں نے اپنی اپنی شان کے مطابق نیابتِ مصطفوی کا

حق ادا کر دیا۔ یہ تمام صحابہ کرام کے سردار، بے شمار فضائل اور لا تعداد مناقب
کے سزاوار ہیں۔ خدا تعالیٰ اور رسول اعلیٰ ﷺ کی رضا و خوشنودی کے شہکار
ہیں۔ یہ سب علم و فضل، زہد و تقویٰ، عدل و انصاف، امانت و دیانت، عفو در
گزر، خوفِ خدا، فہم و ذکا بلکہ ہر گوشۂ سیرت میں حضور ﷺ کی سیرت طیبہ
کے مظہر کامل ہیں۔ ان سب کو دیکھ کر تاجدار نبوت، شہریار رسالت ﷺ کی
یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ ان سب کا دور اسلام کے تاریخ ساز زمانوں میں اہم مقام
پر فائز ہے، ذیل میں ہم عہد خلافت کو ان موضوعات کے تحت بیان کرتے
ہیں۔

عہد صداقت

• کلیم طور نبوت، یار غار رسالت، تاجدار صداقت سیدنا صدیق اکبرؓ کا
عہد صداقت گوناگوں مشکلات میں گھرا ہوا تھا، فتنہ ارتداد اٹھا، مدعیان نبوت
ابھرے، اسلامی ریاست کی سرحدوں پر خطرات منڈلانے لگے۔ منکران زکوٰۃ
نے شور مچایا، قبائل میں بغاوت کی لہر نے جنم لیا، غرض ان مسائل و آلام میں
خلیفہ بلا فصل نے کمال جرات و بسالت سے کام لیا اور دو سال کے قلیل عرصے
میں نہ صرف ان پر قابو پایا بلکہ فتوحات اسلامی کا دروازہ بھی کھول دیا۔ آپ کے
عہد ولولہ انگیز میں جنگ مذار، جنگ دلجہ، جنگ حیرہ، جنگ عین التمر، جنگ
دومتہ الجندل اور جنگ فراض میں ایرانیوں نے عبرتناک شکست کا سامنا کیا اور با
لآخر فاروق اعظم کے عہد میں ایک ہی زوردار جھٹکے سے زمین بوس ہو گئے۔ آپ کا
دور صداقت، حفاظتِ دین، نظم و نسق، اقتصادی انتظامات، عسکری نظام اور
احتساب کے حوالے سے بہت اہم اور موثر ہے۔ آپ کے علم و فضل، سادگی و

منکسر المزاجی، رعب و داب، شجاعت و مردانگی اور امت مرحومہ سے ہمدردی کی
صفات کا پوری اسلامی ریاست پر سایہ تھا۔ آپ سب کیلئے رسول اللہ ﷺ کا
چھوڑا ہوا چراغ راہ تھے۔

عہد عدالت

مراد رسول، دامادِ بتول سیدنا فاروق اعظمؓ کا عہد عدالت اسلامی تاریخ
کا روشن باب ہے۔ دراصل اسکا سبب عہد صدیقی کا وہ بے پایان فیض ہے، جو
ریاست کے گوشے گوشے میں پھیلا ہوا تھا، حضرت صدیقؓ نے تمام مسائل و
آلام کو ختم کر کے حضرت فاروق کیلئے پر سکون فضا مہیا کی جس کی بدولت آپ
نے دعوت و اشاعت اسلام کا طویل سلسلہ شروع فرمایا۔ آپ کے عہد عدالت
کے نامور سپہ سالاروں نے ایران و روم کو نیست و نابود کر دیا۔ عراق میں جنگِ
نمارق، جنگ جسر، جنگ بویب، جنگ قادسیہ معرکہ انداز ہوئی اور اہل اسلام نے
مدائن پر قبضہ کر کے بے شمار مال و دولت حاصل کی جسے مسلمانوں کی رفاعِ عامہ
کیلئے استعمال کیا گیا۔ ایران میں معرکہ جلولہ، جنگ تکریت، تسخیر خوزستان
و نہاوند کے بعد حکومتِ ساسانی کا تاریخی دور اپنی موت مر گیا، اہل اسلام ہر مقام
پر فلاح یاب ہوئے، شام میں، دمشق کو زیر کیا گیا، اردن کو روندا گیا، حمص شہر
قیصر فتح ہوا۔ اور امینِ امت حضرت ابو عبیدہؓ نے جنگِ یرموک میں تاریخی
کامیابی حاصل کر کے سلطنتِ روما کو خلافت اسلامی کی جھولی میں ڈال دیا، بلاد شام
فتح ہوئے تو بیت المقدس کی راہ ہموار ہوئی، مصر میں عمرو بن العاصؓ نے
کارنامے سر انجام دیئے، آپ کی حیرت انگیز فتوحات کو دیکھ کر برملا اعتراف کرنا
پڑتا ہے۔ کہ آپ سے پہلے بھی بہت سے کشور کشا گزرے ہیں مگر جو جذبہ و ولولہ

آپ کی قیادت میں ودیعت تھا وہ آپ کی ہی خصوصیت ہے۔ فتوحات کے ساتھ عدل وانصاف، اخلاق واقدار کا فروغ کسی اور فاتح کو نصیب نہیں ہوا۔ آپ کے عہد میں چین سے لیکر طرابلس تک کے علاقوں پر اسلامی پرچم کا لہرایا جانا یقیناً نبی آخر واعظم ﷺ کے عالمگیر معجزات میں سے ایک معجزے کا ظہور ہے۔ آپ کے بے سروسامان مجاہدوں نے بڑی منظم حکومتوں کو تہ وبالا کر دیا۔ اور پھر اتنی وسیع وعریض ریاست پر آپ کے حسنِ تدبر کی مضبوط گرفت، آپ کے بے مثال حکمران ہونے کی گواہی دیتی ہے۔

فتوحات کے علاوہ آپ نے بہت سے کارنامے سرانجام دیئے۔ مثلاً مشاورت کو فروغ دیا۔ مرکز کو مضبوط بنایا۔ صوبوں کو مستحکم کیا۔ والیوں، عاملوں اور قاضیوں کا احتساب کیا۔ بیت المال، کاتب الدیوان، اضلاعی نظم ونسق، حکام کے فرائض و حقوق پر خصوصی توجہ دی۔ محکمہ پولیس، محکمہ مالگزاری، محکمہ آبپاشی قائم کئے۔ نہریں کھودیں، حکومت کے ذرائع آمدنی کو یقینی بنایا، فوج کو مختلف یونٹوں میں تقسیم کیا کہ اس کی کارکردگی میں اضافہ ہو، نئے شہر آباد کئے، چھاونیاں تعمیر کیں۔ سن ہجری کا اجرا کیا۔ فتوحات کے علاقوں میں قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کیلئے قرا و حفاظ کی خدمات حاصل کیں۔ شاہراہیں بنائیں اور ان پر چوکیاں قائم کیں۔ ذمیوں کے ساتھ خصوصی سلوک آپ کی خلافت کا زریں باب ہے آپ نے اس کی وصیت اپنے جانشینوں کو بھی کی۔ آپ کی اس رواداری سے ہزاروں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

خلیفہ دوم علم و فضل، عشقِ خدا و مصطفیٰ، رعب و جلال، سادگی و قناعت، رحم وعفو، غیرت اسلامی، شجاعت، عدل وانصاف، رعایا پروری کے

خصائل واوصاف سے مزین تھے، اس کی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ آپ کا دور، خلافت راشدہ میں بھی مثالی اہمیت کا حامل ہے اور اس کے اثرات نہایت قابل قدر اور دوررس ثابت ہوئے، یہ دور ۱۳ ہجری تا ۲۳ ہجری کے عرصے پر محیط ہے۔

عہد سخاوت

پیکر شرم وحیا، مجسمہ صبر ورضا حضرت سیدنا عثمان غنیؓ، حضرت فاروق اعظمؓ کے بعد مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے آپ کی خلافت کی طرف حدیث نبوی میں واضح اشارہ پایا جاتا ہے، حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا "شاید خدا تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے۔ پھر اگر لوگ تجھ سے کہیں کہ اس کو اتار دو تو اس کو نہ اتارنا (یعنی خلافت نہ چھوڑنا) (مشکوٰۃ مترجم جلد ۳)

یہ حقیقت ہے کہ اسلامی فتوحات کے علاقوں میں بہت سے انتشار پرور عناصر اندر ہی اندر پروان چڑھ رہے تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے رعب و جلال کی وجہ سے انہیں ظاہر ہونے کی ہمت وجرات نہ ہوئی لیکن حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں اٹھ کھڑے ہوئے، مختلف صوبوں میں بغاوتیں ہوئیں مثلاً اسکندریہ، آذربائیجان اور آرمینہ کی بغاوتیں منظر عام پر آئیں اور آپ نے نہایت مستعدی اور بہادری سے ان کو ختم کر دیا اور متعلقہ علاقوں میں امن وامان قائم کیا۔ اسی طرح مشرقی علاقوں میں ہونے والی بغاوت کو کچل دیا۔ بغاوتوں پر قابو پانے کے بعد آپ نے فتوحاتِ فاروقی کو جاری وساری کیا۔ طرابلس فتح کیا، ٹیونس، مراکش اور الجزائر کو زیر نگیں کیا، شمالی افریقہ پر قبضہ کرنے سے جزیرہ روم کا دروازہ کھل گیا چنانچہ ساحلِ شام کے قریبی جزیرہ قبرص پر بھی اسلامی

حکومت قائم ہو گئی، ادھر وسطِ ایشیاء کے علاقے کرمان، سجستان اور غزنی و کابل
کے علاقے حاصل کئے۔ آپ کے ایک جرنیل عبدالرحمٰن بن سمرہ نے موجودہ
بلوچستان کے مغربی حصے تک ترک و تاز کی۔ اس طرح آپ کی خلافت کی
سرحدیں برصغیر پاک وہند تک پہنچ گئیں، ایرانی حکمران یزدگرد آپ کے عہد
میں ایک دہقانی کے ہاتھوں مارا گیا، اس کی موت کے ساتھ ہی ساسانی خاندان
کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں اور اسلام کے راستے کا ایک بڑا پتھر گویا ٹوٹ کر
بکھر گیا۔ آپ کے عہد میں امیر شام حضرت معاویہؓ نے بحری بیڑہ تشکیل دیا جو
شام، قبرص اور مصر کے ساحلوں کا تحفظ کرتا تھا۔ اسی طرح والیِ مصر عبدالرحمٰن
بن ابی نے بھی بحری بیڑہ بنایا جو سکندریہ کی حفاظت کرتا تھا۔ قرآن پاک پر پوری
امت محمدیہ کو جمع کرنا اور قرآن پاک کو ہزاروں، میلوں پر پھیلی ہوئی اسلامی
سلطنت میں عام کرنا آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔ آپ نے حضرت صدیق و فاروقؓ
کے نقشِ قدم کو اپنایا۔ البتہ بعض انتظامی ضروریات و حالات کے مطابق تبدیلیاں
بھی کیں، جہاں ترقی کی گنجائش تھی وہاں خصوصی توجہ دے کر ترقی حاصل کی۔
مثلاً عہد فاروقی میں مصر کا خراج بیس ہزار دینار تھا، آپ کے عہد میں اسکی تعداد
چالیس لاکھ دینار تک پہنچ گئی۔ آپ نے ملکی و خارجی امور کے لئے ہمیشہ اکابر صحابہ
کرام سے مشورہ کیا۔ آپ طبعاً نرم مزاج تھے، تاہم جہاں نظام میں خلل دیکھتے اس
کے تدارک کیلئے فوری اقدام کرتے تھے۔ آپ کے عہد میں ہر فرد کو حکومت پر
تنقید کرنے کا پورا حق تھا۔ نظام خلافت کے حوالے سے آپ کا عظیم کارنامہ ہے
کہ آپ نے عمال و حکام کی مجلس شوریٰ تشکیل دی جس پر آج کی بھی تمام مہذب
حکومتیں عمل پیرا ہیں۔ آپ نے لوگوں کے وظائف میں اضافہ کیا۔

آپ نے ۲۴ ہجری تا ۳۵ ہجری خلافت کے فرائض سرانجام دیئے،
بالآخر آپ کو شہید کر دیا گیا اس کے اسباب کیا تھے یہ بحث طلب امر ہے تاہم یہ
حقیقت ہے کہ اسلام کو ایک نرم دل، شفیق و خلیق، دریا صفت، صابر، تحمل
مزاج، عالم و عامل، خدا کے خوف اور رسول کی محبت میں گریہ زن، صاحب شرم و
حیا حکمران کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔

عہد شجاعت

خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ کی غمناک شہادت کے بعد حالات کی
بھاگ ڈور سنبھالنے کیلئے قدرت نے حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خداؓ کا انتخاب
کیا۔ آپ کا عہد خلافت مشکلات سے گھرا ہوا تھا۔ خونِ عثمان غنی کا قصاص اہم
مسئلہ تھا، حالات دگرگوں ہوئے۔ جنگ جمل اور جنگ صفین جیسی افسوسناک
جنگیں ہوئیں۔ اہل شام کے علاوہ تمام صوبوں نے آپ کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ اور
آپ کی اطاعت کی یقین دہانی کرائی۔ بعد میں مصر پر اہل شام کا قبضہ ہو گیا،
مسلمانوں کی باہمی آویزش کی وجہ سے کرمان و فارس کے صوبے باغی ہو گئے،
بہت سے علاقوں میں خانہ جنگی نے جنم لیا۔ ڈاکٹر حمید الدین لکھتے ہیں کہ اس
مسلسل خانہ جنگی، خونریزی اور بدامنی سے گھبرا کر حضرت علی اور امیر معاویہ نے
۴۰ ہجری میں مصالحت کر لی۔ اس مصالحت کی رو سے حجاز، عراق اور مشرقی
مقبوضات حضرت علی کے پاس رہے اور شام مصر اور مغربی مقبوضات امیر
معاویہ کے حصے میں آئے۔ اس طرح خلافت دو حصوں میں بٹ گئی اور اسلامی
یکجہتی کا محض سیاسی خاتمہ نہ ہوا بلکہ اسلامی اخوت و مساوات کو بھی جسکا مقصد وحید
نسلی و معاشرتی تعصبات کو مٹانا تھا ضرب کاری لگی اور اس کے ساتھ ہی اسلام کے

جمہوری نظام کو بھی سخت صدمہ پہنچا۔ (تاریخ اسلام ص ۲۰۵)

حضرت علی المرتضیٰؓ کو دیگر مسائل و مشکلات کے ساتھ ساتھ عراقیوں کی ازلی بے وفائی کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ وہ لوگ اپنی تلون مزاجی کی بدولت ہمیشہ آپ کے فیصلوں کی مخالفت کرتے رہے۔ مثلاً آپ نے مصر کی بازیافت کیلئے مہم روانہ کرنا چاہی تو عراقی آڑے آئے، خارجی فرقہ اپنی جگہ اہمیت اختیار کرتا جا رہا تھا جسے جنگ نہروان میں ذوالفقار حیدری نے کاٹ کر رکھ دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ آغوش رسالت میں پل کر جوان ہوئے تھے، نہایت با اصلاحیت خلیفہ اور استقامت کا گوہِ گراں تھے، زہد و تقویٰ آپ کا شعار تھا، علم و فضل آپ کا پانی بھرتے تھے، حکمت آپ پر نازاں تھی، شجاعت و شہامت میں ضرب المثل تھے، صبر آپ کا امتیاز تھا، حوصلے کے خوگر تھے، امانت و دیانت میں بلند مقام پر فائز تھے۔ آپ نے ملت اسلامیہ کی بقاو سلامتی کیلئے دن رات محنت کی۔ اور علاقہ خلافت میں عدل وانصاف، امن وامان اور نظم وضبط قائم کرنے کیلئے بے مثال محنت کی۔ سادگی کی زندگی بسر کی، آپ کو دنیا سے شدید نفرت تھی۔ خود فقر وفاقہ میں رہ کر مسلمانوں کی فلاح وبہبود کیلئے کوشاں رہے، آپ بے مثال مبلغ تھے، آپ کے خطبات علم وحکمت کے خزانوں سے بھرے ہوئے ہیں، آپ نے اپنے سابق خلفاء کرام کی زندگی کو نمونہ حیات بنایا، اور اکثر حضرات صدیق و فاروقؓ کی مثالیں دیں، آپ کا دور ۳۵ ہجری تا ۴۰ ہجری پر مشتمل ہے، علمائے اسلام کا فیصلہ ہے کہ آپ کی خلافت حق پر مبنی تھی، آپ کے مقابلے میں حضرت امیر معاویہ یا دیگر صحابہ کرام سے اجتہادی خطا سرزد ہوئی۔ ان لوگوں کا اختلاف تکوینی امور کے تحت تھا، اس لئے کسی پر بھی تنقید کرنا کسی کو سب وشتم کا

نشانہ بنانا، کسی مسلمان کیلئے امر جائز نہیں، ان تمام کے ساتھ مغفرت خداوندی کا وعدہ ہے۔

عہد مروت

حضرت علی المرتضیٰؓ ایک خارجی ابن ملجم کے ہاتھوں شہید ہوئے تو مسلمانوں نے جگر گوشہ رسول حضرت سیدنا حسن مجتبیٰ کو مسند خلافت پر فائز کر دیا۔ آپ ۴۰ تا ۴۱ ہجری کے قلیل عرصے کیلئے خلیفہ رہے، آپ خلیفہ ہوئے تو شامی لشکروں نے عراق پر حملے کی تیاری شروع کر دی، آپ نے ان کے مقابلے کیلئے قیس بن سعد کو لشکر دے کر بھیجا۔ لیکن آپ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ مسلمان مسلسل باہمی آویزشوں سے بہت زخمی ہو چکے تھے، ان کو اتفاق واتحاد کی اشد ضرورت ہے۔ آپ نہایت صلح جو تھے، نہایت امن پسند تھے، آپ کی سیرت طیبہ کے اس گوشے کی طرف حدیث نبوی میں واضح اشارہ ملتا ہے، دوسری طرف عراقی جان لیوا بے وفائی پر تلے ہوئے تھے۔ مثلاً جب قیس بن سعد کا لشکر روانہ ہوا تو آپ بھی اس کے پیچھے عازم سفر ہوئے جب مدائن پہنچے تو یہ افواہ سنی کہ قیس کے لشکر کو شکست ہوئی ہے اور وہ خود شہید ہو گئے ہیں۔ اس افواہ سے تمام ساتھیوں میں افراتفری پھیل گئی، اور انہوں نے بغیر سوچے سمجھے ایک دوسرے کو لوٹنا شروع کر دیا۔ جہاں تک کہ امام حسن کے خیمے پر بھی چڑھائی کر دی، ایک شخص نے آپ کا قالین جس پر تشریف فرما تھے، آپ سے چھین لیا، اہل عراق و کوفہ کے اس وحشیانہ سلوک سے آپ نے دل برداشتہ ہو کر لشکر کو منتشر کر دیا اور خود مدائن کے قصرِ مکسورہ میں پناہ گزیں ہو گئے، آپ کے لشکر کے بڑے بڑے سردار انعام واکرام کے لالچ میں آپ کا ساتھ چھوڑنے پر تیار تھے۔۔ ان حالات

میں آپ نے ارشاد رسالت پناہ ﷺ کے عین مطابق تاریخ ساز فیصلہ فرمایا جو تاریخ اسلامی میں جذبہ ایثار و مروت کا انوکھا باب ہے۔ آپ حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے اور مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے۔ آپ نے کچھ شرائط امیر معاویہ کے سامنے رکھیں۔

۱۔ تمام لوگوں کو امان دی جائے۔ کسی عراقی کو محض دیرانیہ عداوت کی بنا پر نہ پکڑا جائے۔

۲۔ دارالجیرو کا خراج امام حسن کو دیا جائے اور ان کے برادر اصغر امام حسینؓ کو بیس ہزار درہم سالانہ وظیفہ دیا جائے۔

۳۔ وظائف میں بنوہاشم کو فوقیت دی جائے۔

ان شرائط کو امیر معاویہ نے قبول کر لیا۔ ان شرائط پر ہونے والی مصالحت نے ملتِ اسلامیہ کو بہت بڑی خانہ جنگی سے بچالیا۔ امن و سکون کے راستے کھلے، ملک کی ترقی و اصلاح کی طرف توجہ ہوئی۔ مسلمان اکٹھے ہو گئے اس لیے اس سال کو "عام الجماعۃ" یعنی جماعت کا سال کہا گیا ہے۔

آپ نے ۵۰ھ میں شہادت پائی۔ بعض لوگوں کا الزام ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ نے زہر دیا۔ اس قسم کی روایات کی کوئی اصل نہیں، بہر حال یہ حقیقت ہے کہ آپ کی شہادت مہلک زہر سے ہوئی تھی۔ آپ بہت حسین و جمیل تھے، سراپا تصویر رسول تھے، بہت فیاض تھے، خراج کی آمدنی غربا پر خرچ کرتے تھے۔ آپکے دروازے سے کوئی خالی نہ لوٹتا تھا۔ خلافت سے دستبردار ہو کر ساری زندگی تعلیم و تبلیغ میں بسر فرمائی، سیاست سے کنارہ کش رہے۔ عبادت و ریاضت میں آپ کا منفرد مقام تھا۔ آپ کا قوم پر یہ عظیم احسان ہے کہ آپ نے خلافت کی

قربانی دے کر اتحاد کی راہ ہموار کر دی۔

عہد ملوکیت

(۱)

خلافت راشدہ کا دور حضرت امام حسنؓ کی دستبرداری پہ ختم ہو گیا۔ اور اسلام کے سلطانی و بادشاہی دور کا آغاز ہوتا ہے، پہلے سلطان اسلام حضرت امیر معاویہؓ ہوئے۔ آپ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰؓ کے مقابلے میں اجتہادی لغزش کا شکار ہوئے۔ چونکہ حضور ﷺ کے صحابی اور نہایت قریبی رشتہ دار تھے اس لیے کسی مسلمان کو ان پر زبان طعن دراز کرنے کی کوئی اجازت نہیں۔ صحابہ کرام کو تاریخ و سیاست کی بجائے قرآن و حدیث کی نظر سے دیکھنا چاہیے۔ حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کی مخالفت کے علاوہ آپ کا صوبہ شام پر بطور والی اور بعد میں پوری سلطنت اسلامی پر بحیثیت حکمران کام کرنا آپ کے کامیاب اور تجربہ کار ہونے کی دلیل ہے۔ آپ نے خلافت بنوامیہ کی بنیاد رکھی۔ آپ کا دور امن و ترقی سے عبارت تھا۔ اگرچہ بعض مقامات پر خوارج اور شیعان علی کی طرف سے بغاوت ہوئی مگر آپ نے حسن تدبر یا زور بازو سے ان کو ختم کر دیا۔ آپ نے برصغیر پاک و ہند پر حملوں کا آغاز فرمایا اور کابل و ملتان کے درمیان ہند اور اہواز تک کا علاقہ فتح کر لیا۔ ترک علاقے قیقان پر قبضہ کیا۔ ترکستان اور شمالی افریقہ کی فتوحات کے رکے ہوئے سلسلے کو آگے بڑھایا۔ اہل روم سے معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ قسطنطنیہ کیلئے لشکر بھیجا۔ میزبان رسول

حضرت ابو ایوبؓ اسی جہاد میں شہید ہوئے تھے۔ جیرہ روم کے جزائر روڈس اور ارواڈ کو زیر نگیں کیا۔ سسلی اور کریٹ کے جزیروں پر بھی حملے کیے گئے۔

ایک انتشار زدہ سلطنت میں نظم وضبط قائم کرنا، دیوان البرید کو قائم کرنا، محکمہ پولیس کو فعال بنا کر ریاست سے جرائم کا خاتمہ کرنا، صیغہ فوج کو ترقی دینا، زراعت کو ترقی دینا۔ قروان جیسے شہر آباد کرنا، شاندار اسلامی فنِ تعمیر کا آغاز کرنا۔ آپ کے کارنامے ہیں۔ آپ کی مجلس میں عام مسلمان اور کسی سردار میں کوئی امتیاز نہیں تھا، نہایت حلیم الطبع اور بردبار انسان تھے، رعایا کے خیر خواہ تھے۔ شجاع تھے، دور اندیش تھے، شدید مخالفین کیلئے بھی دریادل تھے، غریب نواز تھے، کھانے پر کسی محتاج کو ضرور مدعو کرتے۔ اس کی بہت سی مثالیں تاریخ میں موجود ہیں چونکہ آپ فیضان نبوت سے پروردہ تھے۔ اس لیے اس فیضان کا اثر آپ کے دور حکومت میں واضح دیکھا جا سکتا ہے۔ اسی لیے علما کرام فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز جیسا نیک انسان بھی آپ تو آپ، آپ کے گھوڑے کے نتھنوں میں پھنسی مٹی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ (مکتوبات امام ربانی)

(۲)

خلافت بنوامیہ میں ولید بن عبدالملک کا دور نمایاں اہمیت کا حامل ہے۔ اُس کے عامل حجاج بن یوسف کی سنگدلی بھی بہت مشہور ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اس کی نگرانی میں بھیجے جانے والے عساکر اسلامی کے کارہائے نمایاں بھی تاریخ اسلام کا سرمایہ ہیں۔ ولید علم وفضل سے بے بہرہ تھا مگر ایک اعلیٰ پائے کے حکمران کے جملہ اوصاف اس میں پائے جاتے تھے۔ اس کا دور امن وسکون، ترقی

وخوشحالی سے عبارت تھا۔ تمام بیرونی مخالفتوں اور اندرونی شورشوں کا قلع قمع ہو چکا تو اس کی تمام تر توجہ فتوحات کی طرف مبذول ہوئی۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اسے قتیبہ بن مسلم، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد، موسیٰ بن نصیر اور مسلمہ بن عبدالملک جیسے نامور، جری اور فاتح سالار مل گئے جنہوں نے اسلامی حکومت کو چین و یورپ تک پھیلا دیا۔ ولید کی فتوحات نے دور فاروقی کی فتوحات کی یاد تازہ کر دی۔

❁ وسط ایشیا میں قتیبہ بن مسلم نے خراسان کا نگران اعلیٰ بن کر قدم مضبوط کئے اور دریائے جیحوں کو عبور کر کے صغانیاں پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں شومان اور کفیان کے حکمران بھی مطیع ہو گئے۔ یہ ۸۶ ہجری کا واقعہ ہے۔ باذغیس کے حکمران نیزک نے اپنے علاقے کی حفاظت کی شرط پر صلح کی اور قتیبہ کا معاون بن گیا۔ یہ بھی قتیبہ کی فراست کا ثبوت ہے۔ ۸۷ ہجری کو ریاست بخارا کے شہر بیکند کو فتح کیا، ۸۸ ہجری کو نومشکت فتح ہوا۔ ۹۰ ہجری کو اہل بخارا کے ساتھ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ ترک بڑی جانبازی سے لڑے مگر مسلمانوں نے انہیں مار بھگایا۔ ۹۱ ہجری میں نیزک نے بغاوت کی تو قتیبہ نے اس کی گردن اڑا دی۔ ۹۳ ہجری میں سمرقند اور خوارزم کو زیر کیا۔ ۹۴ ہجری کو شاش اور فرغانہ کو مسخر کیا اور پیش قدمی کرتے ہوئے چین کی سرحدوں پر پہنچ گئے۔ ۹۶ میں خاقان چین کو سبق سکھانے کے لیے قتیبہ نے سرحدی شہر کاشغر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ وہ مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے آگاہ تھا اس نے گفت و شنید کیلئے اسلامی وفد طلب کیا۔ قتیبہ نے کہلا بھیجا کہ میں نے چین کی سرزمین پر اپنا گھوڑا دوڑانے کی قسم اٹھائی ہے۔ جب تک تم سے خراج وصول نہ کروں گا واپس

نہ جاؤں گا۔ خاقان نے ترکستان کا حشر دیکھ لیا تھا لہٰذا اس نے اسلامی حکومت کی اطاعت میں ہی عافیت محسوس کی اور خراج دے کر لڑائی کے امکان کو ختم کر دیا۔

⁕ سندھ پر راجہ داہر کی حکومت تھی وہ بہت ظالم و جابر راجہ تھا۔ اور بدھوں پر طرح طرح کے ظلم ڈھاتا تھا۔ حجاج نے ساری صورت حال دیکھ کر محمد بن قاسم کو لشکر دے کر سندھ روانہ کیا، محمد بن قاسم نے دیبل پر حملہ کیا اور خوفناک معرکے کے بعد شہر فتح کر لیا۔ بعد ازاں نیروان کی طرف پیش قدمی ہوئی۔ اہل نیروان نے دیبل کا انجام دیکھ کر صلح میں بہتری دیکھی اور نہایت تزک واحتشام سے اسلامی لشکر کا استقبال کیا۔ نیروان کے بعد سیوستان پہ قبضہ کیا۔ اس کے بعد سیسم پر حملہ کیا، اسی دوران کاکوتک کا حکمران محمد بن قاسم کے ساتھ مل گیا، جو ایک اہم کامیابی تھی۔ ۹۳ ہجری میں راجہ داہر سے فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ محمد بن قاسم نے دریا عبور کیا اور راوڑ کے مضافات میں سندھی افواج کے ساتھ عظیم معرکہ رونما ہوا۔ ۱۰ رمضان المبارک کو شروع ہونے والی جنگ دو روز جاری رہی۔ اس جنگ نے راجہ داہر کی کمر توڑ دی اس کی فوج تباہ و برباد ہو گئی، بڑے بڑے سورما سردار مارے گئے، راجہ داہر بھی مارا گیا۔ شکست خوردہ لشکر قلعہ راوڑ میں پناہ گزیں ہوا مگر تھوڑے عرصے میں اسلامی لشکر نے اس قلعے کو بھی فتح کر لیا۔ پھر برہمن آباد، ارور، باتیہ اور ملتان جیسے علاقے بھی فتح ہو گئے، ملتان کی فتح سے اتنا مال غنیمت حاصل ہوا کہ حجاج بن یوسف نے خوش ہو کر کہا "اب ہمارا غصہ فرو ہوا، کیونکہ صرف شدہ رقم سے دوگنا خزانہ وصول ہوا ہے۔ چھ کروڑ درہم اور راجہ داہر کا سر نفع میں ملا۔" (فتوح البلدان ص ۴۴۰)

محمد بن قاسم کے عظیم کردار کو دیکھ کر سندھ کے عوام نے اسے اپنا نجات دہندہ تصور کیا اور اسلام کے دامن میں پناہ لی۔

⁕ ایشیائے کوچک میں قسطنطنیہ کی حکومت مسلمانوں کی حریف تھی، شام کے ساحلوں پر ہمیشہ اس کے حملوں کا خطرہ رہتا تھا۔ ولید نے اسکو ختم کرنے کیلئے اپنے بھائی مسلمہ بن عبد الملک اور بیٹے عباس کو مامور کیا۔ انہوں نے جنگی اہمیت کے حامل علاقے زیر کئے، ۸۷ ہجری کو مسلمہ نے مصیصہ کے علاقے حصن لولق، حصن احزم، حصن بونس فتح کئے، ۸۸ ہجری کو عباس نے قلعہ طوانہ فتح کیا۔ ۹۴ ہجری تک دونوں کی کوششوں سے ارولیہ، عموریہ، طرطوس اور انطاکیہ فتح ہو گئے۔ ان علاقوں میں اسلامی تعلیمات کو فروغ ملا۔ کفر و گمراہی کے اندھیرے کافور ہوئے۔

⁕ ۸۹ ہجری کو موسیٰ بن نصیر کو افریقی مقبوضات کا والی مقرر کیا گیا تو بربروں نے بغاوت کر دی مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ جرنیل آہنی اعصاب کا مالک ہے، اس نے برق و باراں کی طرح حرکت میں آکر پورے افریقہ کو روند ڈالا، ۸۹ ہجری کو طنجہ کو فتح کیا جو بربریوں کا دارالحکومت تھا۔ اس نے ایک ایک بربری کو تہذیب و تمدن سے آشنا کیا، موسیٰ بہت بڑا مبلغ بھی تھا۔ اس کی برکت سے افریقہ کے کفر کدے میں بہت تیزی سے اسلام پھیلا، اس نے بحیرہ روم کے بہت سے جزیروں پر بھی قبضہ کیا۔

⁕ افریقہ کے ساحلی علاقے حکومت اندلس کے زیر اثر تھے۔ اندلس میں یہودی آبادی پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے، تہذیب کا نام و نشان نہ تھا۔ لوگ طبقاتی کشمکش میں الجھے ہوئے تھے، اندلس کا بادشاہ ازریق

غاصب تھااور عوام دشمن تھا، موسیٰ بن نصیر نے خلقِ خدا کو اس ظلم وستم سے نجات دلانے کیلئے طارق بن زیاد کو ۷ ہزار تین سو سرفروشوں کا لشکر دے کر اندلس کے ساحل پر اتارا۔ جبل الطارق کے دامن میں حاکمِ مرسیہ تھیوڈویر کے ساتھ جنگ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے دین کے راستے میں کشتیاں جلانے والوں کو فتح و نصرت سے نوازا۔ بقول اقبال :

طارق چوبر کنارہ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کار تو بہ نگاہِ خرد خطا است
دوریم از سواد وطن باز چوں رسیم
ترک سبب زروئے شریعت کجا روا است
خندید و دست خویش بہ شمشیر بردوگفت
ہر ملک، ملک ماست کہ ملکِ خدائے ماست

حاکم مرسیہ نے بادشاہ اندلس ازریق (راڈرک) کو اطلاع دی تو اس نے طارق کا راستہ روکا۔ اس کے لشکر جرار کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ جبکہ مسلمان بارہ ہزار تھے، مسلمانوں نے کفر کے چھکے چھڑا دیئے اور اندلس میں فتوحات کا سلسلہ جاری ہوا۔ معرکہ لاگو جنڈہ کے بعد طارق نے لشکر کے چار حصے کئے اور مختلف علاقوں کی طرف بھیجے۔ دیکھتے ہی دیکھتے غرناطہ، قرطبہ، تلیطلہ اور مالقہ جیسے شہر فتح ہو گئے۔ عیسائی عوام نے شہروں کو چھوڑ کر جنگلوں میں پناہ لی۔ دریں اثنا موسیٰ بن نصیر نے اندلس میں داخل ہو کر اشبیلیہ اور ماردہ پر قبضہ کیا پھر دونوں نے مل کر شمالی علاقوں کا رخ کیا یہاں تک کہ سرقوسہ، برسلونہ کو زیر کرتے ہوئے فرانس کی سرحد دریائے رڈونہ تک پہنچ گئے، وہ فرانس پر حملے

کیلئے پر تول رہے تھے کہ خلیفہ ولید کا حکم پہنچ گیا کہ اتنی فتوحات پر اکتفا کرتے ہوئے واپس آجاؤ۔ اندلس سے بے شمار مال غنیمت حاصل ہوا، موسیٰ نے امیر المومنین کو اطلاع دی کہ "یہ فتوح نہیں حشر ہے، سونے چاندی اور جواہرات کا کوئی شمار نہیں، بہت سے نادر روزگار ہاتھ آئے ہیں، موسیٰ کے بعد اسکا بیٹا عبدالعزیز اندلس کا حکمران ہوا، جو نہایت مدبر اور اعلیٰ درجے کا منتظم تھا۔ اس کی کوششوں سے اندلس میں مادی روحانی ترقی کے دروازے کھلے، عوام کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا گیا، امراکی بالادستی، استحصالی قوتوں کی برتری اور استبدادی نظام حکومت کی دہشت گری کو ختم کر کے عدل وانصاف، اخوت ومحبت، اور مساوات ویگانگت کے اسلامی اصول نافذ کئے، سب کو مذہبی معاملات کی آزادی حاصل تھی، عیسائی اور یہوذی عبادت گاہوں سے کوئی تعرض نہ کیا۔ اس دوران پورا یورپ جہالت کے اندھیروں میں کراہ رہا تھا، سپین میں پھوٹنے والی اسلامی کرنوں نے اسے بھی تہذیب وتمدن سے مالامال کر دیا۔ غلبہ اسلام سے قبل اندلس میں غلاموں کی تعداد آزاد باشندوں سے زیادہ تھی، وہ سب مسلمان ہو کر آزاد ہو گئے، مسلمانوں کی رواداری دیکھ کر لاکھوں عیسائیوں نے اسلام قبول کیا، یہی وجہ ہے کہ اندلس میں طویل عرصے تک کہیں بغاوت نہ ہوئی کیونکہ عوام اسلامی حکومت کو عیسائی حکومت پر ہزاروں گنا ترجیح دیتے تھے اور وہ امن وامان کے سائے میں سکھ کی زندگی بسر کرنے لگے تھے۔

(۳)

بنو امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے خلیفہ راشد نے اقتدار سنبھالا اور ۹۹ ہجری تا ۱۰۱ ہجری سلطنت کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ آپ کے بارے میں شاہِ روم کے الفاظ تاریخی اہمیت کے حامل ہیں :

"اگر عیسیٰ مسیح کے بعد کوئی شخص مردوں کو زندہ کر سکتا تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہوتا۔ میں اس راہب کو پسند نہیں کرتا جو دنیا سے منقطع ہو کر عبادت خانہ میں جا بیٹھے، میں اس راہب پر تعجب کرتا ہوں جو دنیا کو اپنے قدموں کے نیچے رکھتا تھا اور پھر راہبانہ زندگی بسر کرتا تھا" (تاریخ مسعودی)

اگرچہ آپ کو سلیمان بن عبدالملک نے نامزد کیا تھا مگر آپ نے مسلمانوں سے باقاعدہ رائے لی اور جمہوری طریقے سے مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ نے بنو امیہ کے سرمایہ داری نظام کو ختم کر دیا۔ غضب شدہ مال و جائداد واپس لیا۔ باغ فدک کو آل مروان سے لے کر اس صورت پر بحال کیا جو عہد نبوت میں تھی۔ بیت المال کی اصلاح فرمائی۔ عمال کا زبردست محاسبہ کیا، آل رسول پر تبرّیٰ کی مذموم روش بند کر دی۔ ذمیوں سے اچھا سلوک کیا، اسلام کی اشاعت میں گراں قدر کوششیں کیں۔ سندھ کے حکمرانوں کو دعوتِ اسلام کے خطوط بھجوائے۔ اکثر حکام نماز سے غافل تھے، آپ نے انہیں نماز کی پابندی کا حکم دیا۔ کہ جو نماز کو ضائع کرتا ہے وہ دوسرے فرائض کو زیادہ ضائع کرتا ہے عجمی رسومات پر پابندی لگائی۔ فیشن پرستی کی بیخ کنی کی۔

شراب فروشی و شراب نوشی کے انسداد کیلئے موثر قانون بنائے، طب

یونانی کو عربی زبان میں ڈھال کر ملک کے حصوں میں پھیلایا۔ قرآن و حدیث، فقہ وغیرہ کے علوم و معارف کی ترویج میں علماء کرام کی حوصلہ افزائی کی۔ آپ نے ڈھائی سال کے مختصر عرصے میں مجددانہ مساعی کی بدولت اسلام کے اصولوں سے بیگانہ حکومت کو خلافت راشدہ کے قریب کر دیا، آپ کا دور اسلام کا تاریخ ساز دور کہلاتا ہے، آپ نے فتوحات کی جگہ انقلابی اصلاحات پر زیادہ توجہ دی، جس سے معاشرے میں سوئی ہوئی اسلامی اقدار انگڑائی لے کر جاگ اٹھیں۔

شاہ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں :

"حضرت عمر بن عبدالعزیز کا اصلی مقصد خلافت راشدہ کا دوبارہ احیا تھا لیکن اموی حکومت کو جمہوری بنانا آپ کے اختیار میں نہ تھا، اس لیے آپ کم سے کم اس کی برائیاں دور کر کے طرز حکمرانی میں خلافت راشدہ کے قریب تر کر دینا چاہتے تھے۔ یہ انقلاب جتنا اہم تھا اتنا ہی خطرناک اور نازک تھا لیکن آپ نے تمام مشکلات کو نظر انداز کر کے کام شروع کر دیا۔" (تاریخ اسلام جلد ۲ ص ۲۰۹)

(۴)

۱۱ جمادی الثانی ۱۳۲ھ بمطابق ۲۵ جنوری ۷۵۰ء کو ساحل زاب پر لڑی جانے والی عظیم جنگ کے بعد بنو امیہ کے اقتدار کا سورج ڈوب گیا، اور سلطنتِ اسلامی میں بنو عباس ایک نئی طاقت بن کر نمودار ہوئے۔ ان کی حکومت بھی شخصی تھی۔ مطلق العنان تھی۔ بنو عباس میں بڑے بڑے کر و فر، جاہ و حشمت والے خلفا ہوئے جو خوبیوں اور خامیوں کا مجموعہ تھے، ہادی کی اچانک وفات کے بعد اس کا بھائی ہارون الرشید تختِ خلافت پر بیٹھا، اس کے اقتدار میں اس کے

اتالیق یحیٰ برمکی کا ہاتھ تھا، چنانچہ اس نے یحیٰ کو وزیر اعظم مقرر کر دیا۔ بنو عباس میں یہ دور اسلامی، علمی، ادبی، ثقافتی، سائنسی، تہذیبی، معاشرتی اقدار کے حوالے سے بہت اہم اور تاریخ ساز خصوصیات پر مبنی ہے، ہارون نے بنو فاطمہ پر لگائی گئی تمام پابندیاں اٹھالیں۔ ان کے وظائف اور جائیدادیں بحال کیں لیکن بنو فاطمہ خوش نہ ہوئے، چنانچہ انہوں نے بربریوں کے ساتھ مل کر شمالی افریقہ میں الگ حکومت بنائی جو سلطنتِ عباسیہ کی موجودگی میں صدیوں قائم رہی۔ افریقی، مصری، یمنی قبائل نے بغاوتیں کیں، روسی فوجوں نے مسلم مقبوضات پر حملے شروع کئے تو ہارون نے ان تمام مشکلات کا مقابلہ کیا اور ریاست میں امن وامان قائم کیا۔ ہارون کے دور میں جتنی علمی و تمدنی ترقی ہوئی کسی خلیفہ کے دور میں نہ ہوئی۔ مسلمان معاشرتی اور سیاسی شعور کی اس انتہا پر فائز ہوئے کہ کوئی قوم ان کی ہمسر نہ ہو سکی ہارون بیدار مغز منتظم، عدل پرور حکمران تھا۔ اس کی انقلاب آفرین اصلاحات نے بہت تھوڑے عرصے میں ملک کو خوشحال بنادیا۔ اس نے محتاجوں کے روزینے مقرر کئے۔ شرعی قوانین نافذ کئے۔ دستور حکومت کی جملہ خرابیوں کو دور کیا۔ غیر شرعی ٹیکس ختم کر دیئے بد طینت حکام کو معزول کیا۔ تجارت وزراعت کو فروغ دیا۔ وصولی خراج کے طریقوں میں آسانی پیدا کی، ہندوستان، چین، افریقہ اور مشرق و مغرب کے ممالک سے تجارتی رابطے کئے۔ اس کے دور میں راہ ماری، چوری، دہشت گردی کا نام و نشان نہ تھا۔ گزرگاہوں اور شاہراہوں پر منزلیں مقرر تھیں اور وہاں مسافروں کیلئے سرائیں بنائی گئی تھیں، پانی کے کنوئیں اور حوض جابجا تعمیر کئے گئے، دولت کی فراوانی تھی، تمام اخراجات نکال کر بیت المال میں ہر سال چالیس کروڑ درہم کی رقم جمع رہتی،

ہارون علم و فن کا قدر دان تھا، اسکے دربار میں وقت کے بڑے بڑے علماء حاضر ہوتے تھے اور وہ ان کی خدمت کرتا تھا۔ اصحاب کمال کو بے دریغ انعامات و اکرامات سے نوازتا تھا، بغداد اور دیگر بلاد کی مسجدیں اسلامی تعلیمات کا سرچشمہ تھیں، امام مالک، امام محمد، امام زفر، امام سفیان ثوری، ابن سماک، قاضی ابو یوسف جیسے اکابر ملت اس کے ہمعصر تھے، ان کے دروس کی روشنیاں پورے عالم اسلام کو مالا مال کر رہی تھیں، ہارون نے نجوم، فلسفہ، طب، ریاضی اور منطق کی تعلیم کا بھی معقول بندوبست کیا۔ اس نے بیت الحکمت کے نام سے ترجمہ و تالیف کا مثالی ادارہ قائم کیا۔ اس دور میں واقدی، ابن قتیبہ جیسے مورخوں، اصمعی اور خلیل جیسے علم اللغات کے ماہروں، عباس، ابو نواس جیسے شاعروں، ابراھیم موصلی اور اسحاق موصلی جیسے موسیقاروں نے اپنے اپنے فن کے میدانوں میں سکہ جمادیا۔ ان تمام کو ہارون کی سرپرستی حاصل تھی، سید امیر علی نے لکھا ہے کہ تاریخی تنقید کے ترازو میں تم چاہے جسطرح تولو! ہارون الرشید ہمیشہ دنیا کے عظیم حکمرانوں کی صف میں جگہ لے گا۔"

(۵)

خلافت عباسیہ کے دوران اندلس میں بنو امیہ کے ایک شہزادے عبد الرحمٰن الداخل نے بہت تگ و دو اور عزیمت کے ساتھ حکومت قائم کر لی۔ عبد الرحمٰن کا دور جانفشانی سے عبارت تھا۔ اس نے انتہائی ناگفتہ بہ حالت میں اپنی حکومت کی بقا کیلئے جدو جہد کی اور آنے والوں کیلئے راستہ ہموار کیا۔ اس کے بعد اسکا بیٹا ہشام تخت نشین ہوا جو منصب مزاج، نرم دل، سچا، دیندار اور نیک حکمران

تھا۔ اس نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے نقشِ قدم پر چل کر اسلامی روایات کو قائم کیا۔ اس کے بعد حکم اور عبد الرحمٰن دوم جیسے باجبروت بادشاہ ہوئے، اندلس میں ایک عظیم اور تاریخ ساز شخصیت کا مقام عبد الرحمٰن سوم الناصر الدین اللہ کو نصیب ہوا جو ۹۱۲ تا ۹۶۱ء تخت حکومت پر فائز المرام رہا، اس سے پہلے محمد اور عبد اللہ جیسے حکمرانوں نے حالات کو بہت خراب کر دیا تھا، ہر طرف شور شوں اور سازشوں کے طوفان تھے۔ سرکش جاگیردار اور خود غرض صوبیدار مرکز سے لا تعلق ہوتے جا رہے تھے، بیرونی حملہ آوروں نے الگ لوٹ مار مچار کھی تھی، اور قریب تھا کہ اندلس کی اسلامی حکومت ملیا میٹ ہو جاتی کہ اسے عبد الرحمٰن سوم جیسا مردِ آہن میسر آگیا، جس کے زور بازو نے اندلس کے زوال کو عروج میں تبدیل کر دیا، اسکی عمر ۲۲ سال تھی، لیکن وہ کم عمری کے باوجود بلا کا زیرک، بہادر اور مدبر تھا، عوام و خواص اس کی ژرف نگاہی، بلند فکری، خدا مستی، اور اعلیٰ ظرفی کے مداح تھے، سب نے اسکا استقبال کیا اس کے تخت نشین ہوتے ہی حکومت کے ہر شعبے میں جان پڑ گئی، اس نے محاصل معاف کر دیئے باغیوں کے لیے عام معافی کا اعلان کیا فوج کو منظم کیا اور بیرونی حملہ آوروں کی آرزوئیں خاک میں ملا دیں، اب اسکی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اس کے سامنے اشبیلیہ، ایلویر، مانٹے لیون کے علاقے فتح ہوتے چلے گئے، بقول ڈوزی اس نے عرب، اندلس اور بربر سب قوموں کو شکست دے کر اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا، یورپ کے بڑے بڑے حکمران اندلس کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کرنے کے لیے بے تاب تھے لیون اور نواری کے عیسائی حکمران مسلمانوں کو تنگ کرتے تھے، سلطان اسلام نے ۹۱۶ء میں فوج بھیج کر ان کو

عبرت کا نشان بنا دیا، عبد الرحمٰن کی پچاس سالہ حکومت نے اندلس کو چار چاند لگا دیئے، وہ مالگذاری کی جملہ رقوم عوام پر خرچ کرتا تھا، اس نے بے شمار عمارات، پل، شاہراہیں تعمیر کیں، سڑکوں پر روشنی کا انتظام کیا، شہروں سے گندے پانی کے نکاس کے لیے نالے بنائے، پینے کا پانی جستی نالیوں کے ذریعے شہروں میں پہنچایا، مسجد قرطبہ کا ایک سو آٹھ فٹ اونچا مینار تعمیر کیا، صرف قرطبہ میں آٹھ سو ثانوی مدارس قائم کیئے، جامع مسجد میں یونیورسٹی قائم کی جس میں تمام علوم وفنون کی تعلیم دی جاتی تھی، اس نے اپنی محبوب بیوی کے نام سے قصر زہرا تعمیر کیا جس کی لمبائی چار میل اور چوڑائی تین میل تھی، بحری بیڑا بنایا، محکمہ پولیس میں اصلاحات نافذ کیں، ایک ہزار تجارتی جہاز بنائے، جو تجارت کا سامان دوسرے ممالک سے لاتے اور لیجاتے تھے، اس کے دور میں قرطبہ، غرناطہ، المیریا اور اشبیلیہ صنعت و حرفت کے اہم مرکز بن گئے، اس نے شہروں کی فلاح کے لے چار سو کے لگ بھگ میونسپل کمیٹیاں تشکیل دیں، الغرض اسکا دور ایک سنہری دور ہے لین پول لکھتا ہے، کہ عبد الرحمٰن سوم کے زمانے میں، ہسپانیہ اتنا عظیم ہو گیا تھا کہ اس کے دربار میں حاضری دینے کے لیے قسطنطنیہ کے شہنشاہ، فرانس، جرمنی اور اٹلی کے سفیر حاضر ہوئے اہل یونان نے بھی اس کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا افریقہ کے ساتھ بھی تعلقات خوشگوار رہے، سفیروں کی آمد و رفت سے اس نے اپنی طاقت و ہمت کا لوہا منوا لیا، اب اس کا کوئی مخالف نہ تھا،

(۶)

خلافتِ عباسیہ کے دوران مختلف علاقوں میں مختلف نسلوں کی خود مختار حکومتیں قائم ہو چکی تھیں، ان میں آل سلجوق کی حکومتوں کا دور اسلام کی ترقی و عروج کا اہم باب ہے، سلاجقہ اتراکِ قنق کی اس شاخ سے تعلق رکھتے تھے، جو غزُ کے نام سے مشہور تھی، یہ لوگ ترکستان اور چین کے وسطی علاقے میں رہتے تھے، ان کے قبیلوں کی تعداد ہزاروں کے قریب تھی، ان کا مورث اعلیٰ سلجوق تھا، جس نے اس خاندان کو چار چاند لگائے، آل سلجوق سنی المسلک تھے، اور بنو عباس کا ازحد احترام کرتے تھے، انہوں نے بنو عباس کو فاطمیوں کے تغلُّب سے نجات دلائی، سلاجقہ میں چار بادشاہ بہت عظمت کے حامل ہوئے، طغرل بک، الپ ارسلان، ملک شاہ اور سلطان سنجر ان چاروں عظیم بادشاہوں کو سلاجقہ بزرگ بھی کہا جاتا ہے۔

❁ طغرل بک ۱۰۵۵ء سے ۱۰۶۳ء تک تختِ حکومت پر فائز رہا، طغرل بہت داناوبینا، عالی حوصلہ اور صاحب فہم و فراست حکمران تھا، اس کی پرہیزگاری اور شانِ مسلمانی میں بھی کسی کو کلام نہیں، اس نے دم توڑتی ہوئی خلافتِ عباسیہ کو نئی حرارت عطا کی، خلیفہ بغداد نے اسے سلطان المشرقین والمغربین کا لقب دیا، اور خطبے میں اپنے نام کے ساتھ اس کا نام جاری کر دیا، طغرل نے مغرب کی طرف پیش قدمی کی اور فاطمی اہل تشیع کو فلسطین سے نکالا، بازنطینیوں کو شکست دی اور ایشیائے کوچک کے وسیع علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

❁ الپ ارسلان ۱۰۶۳ء سے ۱۰۷۳ء تک حکمران رہا، وہ بھی بہت بلند کردار منصف مزاج اور بہادر سلطان تھا، اسکا وزیر باتدبیر نظام الملک طوسی عالم اسلام میں بہت مشہور ہے، طوسی کی دینی خدمات اور علم و حکمت کی ترویج و اشاعت میں اہم کاوشیں محتاج تعارف نہیں سلطان کی سرپرستی اور وزیر کی علم دوستی نے ہر طرف علمی وادبی فضا قائم کر دی مدارس کھلے علماء طلبا اور شعرا نے سلجوقی سلطنت کا رخ کیا، سلطان نے رومی سلطنت پر بھی حملہ کیا اور رومی شہنشاہ رومانوس کو عبرتناک شکست دی، لیکن اس کے ساتھ نہایت شریفانہ سلوک کیا، بلکہ کچھ دنوں بعد اسے باعزت رہا کر دیا، اس کے بعد روم میں بھی سلاجقہ کی حکومت قائم ہو گئی، اس کے دور میں فتوحات کے ساتھ ساتھ تمدنی و تہذیبی ترقی بھی قابل داد تھی، ہر جگہ امن و سکون تھا، لوگ خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے تھے، عدل وانصاف کا غلبہ تھا۔

❁ ملک شاہ نے ۱۰۷۲ سے لے کر ۱۰۹۲ء تک بیس سال حکومت کی یہ سلطان الپ ارسلان کا بیٹا تھا، اسے آل سلجوق کا کامیاب ترین بادشاہ سمجھا جاتا ہے، اس کے عہد میں فتوحات، وسعتِ سلطنت، امن وامان اور خوشحالی کے نقطہ نظر سے ایک بار پھر عباسی عہد کی عظمت گم گشتہ کے نقوش زندہ ہو گئے۔ ملک شاہ نے شام وترکستان کے علاقے فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیے، اس کی سرحدیں ساحل شام سے لے کر ارض کاشغر تک پھیلی ہوئی تھیں، وہ غریبوں کا ہمدرد، علم و فضل کا قدردان تھا، اس نے ملک بھر میں بہترین ادارے قائم کیئے جہاں علم کے ساتھ ہنر بھی سکھائے جاتے تھے، اسی کے دور میں نظام الملک طوسی نے بغداد کا مشہور زمانہ مدرسہ نظامیہ تعمیر کیا، رصدگاہ بنوائی اور

ایک کیلنڈر ملک شاہی تیار کیا، ۱۰۹۲ء میں ملک شاہ کا انتقال ہو گیا۔

(۷)

ملک شاہ کے جانشینوں میں سلطان سنجر کے علاوہ سب کمزور ثابت ہوئے، سلاجقہ کے دورِ زوال میں سلطان عماد الدین زنگی کی بلند پایہ شخصیت سورج کی طرح نمودار ہوئی، سلطان عماد الدین نے موصل حران، حلب اور رحماق کے علاقوں پر مضبوط مسلم حکومت اتابجیہ کی بنیاد رکھی، بعد میں اس نے عیسائیوں کو شکست دے کر عکہ، رہا، انطاکیہ اور بعلبک بھی آزاد کرا لئے۔ رہا کی ریاست چھن جانے پر عیسائیوں نے دوسری صلیبی جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس دوران سلطان عماد الدین شہید ہو گئے۔ اور عیسائیوں نے رہا پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اب ان کے مقابلے میں سلطان مرحوم کا عظیم القدر جانشین نور الدین زنگی چٹان کی طرح استادہ تھا، جس نے جرمنی کے بادشاہ کانرڈ سوم اور فرانس کے بادشاہ لوئی ہفتم کی قیادت میں نکلنے والے نو لاکھ کے صلیبی لشکر کا راستہ روکا۔ صلیبیوں کے لشکر کا کثیر حصہ راستے کی مشکلات کی وجہ سے ختم ہو گیا، ایک چوتھائی نے انطاکیہ اور دمشق تک رسائی حاصل کی، نور الدین زنگی اور اسکا بھائی سیف الدین زنگی لشکر اسلام کے ساتھ دمشق کی طرف بڑھے تو ان کے خوف سے صلیبی فلسطین کی طرف بھاگ گئے۔

سلطان عماد الدین اور سلطان نور الدین بہت عظیم حکمران تھے جنہوں نے اسلامی اقتدار کو اجاگر کیا اور اسلام کی بقا کیلئے ہر میدان میں کفر کے دانت کھٹے کئے۔ ان کو حضور رسالتمآب ﷺ کے ساتھ کمال کی محبت تھی۔

(۸)

۱۱۷۱ء کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے فاطمی خلیفہ عاضد کو ہٹا کر مصر پر قبضہ کر لیا اور ۱۱۷۴ کو وہ سلطان نور الدین زنگی کے وصال کے بعد مصر کا خود مختار حکمران بن گیا۔ اس نے حجاز، یمن اور شام کے علاقے فتح کر کے سلطنت مصر میں شامل کر لئے۔ ۱۱۷۵ء کو خلیفہ بغداد نے اس کی ابھرتی ہوئی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ ۱۱۷۵ء میں موصل بھی اس کے ہاتھ آ گیا، اب وہ عیسائیوں کے خلاف لڑنے کیلئے بالکل آزاد تھا۔ ۱۱۷۶ء میں حطین کے مقام پر اس نے عیسائیوں کو ذلت آمیز شکست دی اور اگلے سال بیت المقدس پر قبضہ کر لیا، بیت المقدس پر مسلمانوں کے قبضے نے عیسائی دنیا کی نیندیں حرام کر دیں۔

اگرچہ عیسائی عوام کے ساتھ سلطان کا برتاؤ نہایت شریفانہ تھا اور وہ اسکو "شریف دشمن" بھی کہتے تھے مگر اپنے دیرینہ تعصب کی بنا پر انہوں نے اسلام کے خلاف بہت بڑی جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس تیسری صلیبی جنگ میں جرمنی، فرانس اور انگلستان کے بادشاہوں نے حصہ لیا۔ لیکن اتنی بڑی فوج بھی سلطان کے عزم و حوصلہ کے سامنے نیست و نابود ہو گئی۔ ۱۱۹۳ء میں سلطان کا وصال ہو گیا، سلطان صلاح الدین ایوبی، ملت اسلامیہ کا قابل فخر سپوت ہے جس کی نیک نفسی، دین داری، فیاضی، شجاعت و بسالت، اور بلند کرداری کو قیامت تک یاد رکھا جائے گا۔ اس کے دور میں نظم و ضبط اور رفاہ عامہ کے عظیم منصوبے پایہ تکمیل کو پہنچے، سلطان بہت باحوصلہ انسان تھا۔ بڑے مشکل حالات میں بھی اسکے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہ ہوتی مثلاً اس نے عکہ سے لے کر

عسقلان کی بندر گاہ تک عیسائیوں کا گیارہ مرتبہ راستہ روکا۔ معرکہ ارسوف میں بہادری کی عظیم داستان رقم کی اور بالآخر ایک معاہدے کے تحت صلیبیوں کو صلح کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس جنگ میں چھ لاکھ عیسائی واصل جہنم ہوئے، اس سے سلطان کی تیغ برق بار کا جوہر آشکارہ ہے۔ واقعی سلطان نے سرزمین ایشیا کو اہل یورپ کا قبرستان بنادیا تھا۔

سلطان کا بہادر بیٹا ملک العادل بھی عیسائیوں کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوا۔ اس نے چوتھی صلیبی جنگ ۱۱۹۵ء میں اہل صلیب کو تاریخی شکست دی۔ اور جافہ کا شہر مسلمانوں کو مل گیا۔ پانچویں صلیبی جنگ کے دوران شہر قسطنطنیہ تباہ ہوا۔ ۱۲۲۷ء میں پوپ انوسینٹ نے اڑھائی لاکھ جرمن فوج کے ساتھ شام پر حملہ کیا تو ملک العادل نے دریائے نیل کا بند کاٹ کر ان کی پیش قدمی روک دی اور انہیں ناکام واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا۔ سلطنت اسلام کو ان صلیبی طوفانوں سے بچانا سلطان ایوبی اور ملک العادل کے وہ تاریخی کارنامے ہیں جن کو ہمیشہ تحسین و تبریک کی نظر سے دیکھا جائے گا۔

(۹)

خلافت عباسیہ کے دوران افریقہ میں فاطمیوں کو بہت عروج نصیب ہوا۔ فاطمی حکمران ۹۰۹ء تا ۱۱۱۱ء مصر پر غالب رہے، خلافت فاطمیہ کا بانی ابو عبیدہ اللہ المہدی تھا جس نے شمالی افریقہ میں امن وامان قائم کیا وہ رحمدلی، انصاف پروری اور دیگر عمدہ خصائل کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔

اسکا جانشین القائم باللہ (۹۳۴ تا ۹۴۶) بہت بہادر نکلا جس نے بحیرہ

روم پر اپنا تسلط جمایا اور مراکش کو فتح کیا۔ اس نے روم سے بحری قزاقوں کا خاتمہ کیا اور جنوبی اٹلی پر کامیاب حملے کئے۔ اور ایک حصے پر قبضہ بھی کر لیا، فرانس کے جنوبی حصے سے جنیوا ولبارڈی بھی فتح کئے، حکیم بوعلی سینا اور مشہور شاعر رودکی اس سے بہت متاثر تھے۔ اس کے بعد اسکا بیٹا المصور باللہ (۹۲۵ تا ۹۵۲) تخت نشین ہوا وہ عزیمت واستقامت، ہمت وجرات میں اپنے باپ جیسا تھا۔ اس نے خارجیوں کو کچل کر رکھ دیا۔ اس کے بعد المعز الدین اللہ (۹۵۳ء تا ۹۷۵ء) نے خلافت فاطمی کو بام ثریا تک پہنچادیا۔ وہ سب سے بڑا فاطمی فاتح اور صاحب علم وفضل تھا۔ دانائی اسکے کردار کا خاصہ تھی۔ اس نے شمالی افریقہ کو معاشی، سماجی اور تمدنی اقدار کا گہوارہ بنایا اس کے قابل جرنیل جوہر نے افریقہ کے باقی ماندہ علاقے فتح کئے۔ جوہر نے ہی فسطاط کے قریب ۹۶۹ء میں قاہرہ جیسا شہر آباد کیا، جسے بعد میں فاطمیوں نے دارالحکومت بنالیا۔ جوہر نے قاہرہ میں عالی شان مسجد بھی تعمیر کی جو جامع الازہر کے نام سے مشہور ہوئی، یہ عالم اسلام کی قدیم اور عظیم یونیورسٹی ہے جس کے دامن سے لاکھوں علما وطلبا سیراب ہوئے۔ المعز بہت خدا ترس، عابد وزاہد اور شب بیدار بادشاہ تھا، کئی زبانیں جانتا تھا، اہل علم کا قدردان تھا، عوام کی حاجات کا بہت خیال رکھتا تھا۔

المعز کی وفات کے بعد اسکا بیٹا العزیز باللہ (۹۷۵ تا ۹۹۶) مسند خلافت و حکومت پر متمکن ہوا، اسکا دور فاطمی خلافت کا سب سے سنہری دور ہے، جس میں مسلمانوں نے فتوحات کے ساتھ علم وادب، صنعت وحرفت، علوم وفنون، امن وامان، خوشحالی وفارغ البالی کے میدانوں میں نمایاں ترقی حاصل کی۔ العزیز بہت عقلمند، دور اندیش، بہادر، فیاض اور نیک دل حکمران تھا، اسکی مروت ومحبت

اور رعایا پروری مشہور تھی۔ اسکی حکومت کا سکہ عراق سے لے کر بحر اوقیانوس
تک قائم تھا۔

(۱۰)

تاریخ اسلام میں داستان سلطنت عثمانیہ نے جس قدر رنگینیاں پیدا
کیں ہیں اپنی مثال آپ ہے۔ قدرت نے شاید ہی کسی قوم کو اس تسلسل کے
ساتھ اتنے کامیاب حکمران عطا کئے ہیں، جتنے آل عثمان کو عطا کئے، ترک نسلاً
تورانیوں سے متعلق ہیں، یہ لوگ وسط ایشیا کے میدانوں اور کہساروں میں خانہ
بدوشوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ تیرھویں صدی عیسوی میں منگولوں
کے طوفان سے بچنے کیلئے مغرب کی طرف نکل گئے۔ اور اناطولیہ کے مغربی
علاقوں میں آباد ہو گئے، وہاں ان کو اسلام کی روشنی نصیب ہوئی، گویا دربدر بھٹکنے
کے بعد جب منزل مراد اچانک سامنے آگئی تو زندگی کا مقصد پورا ہو گیا۔ یہ لوگ
بلا کے بہادر، جفاکش اور اہل فراست تھے۔ اب اسلام نے ان کی ان صفات کو
بام عروج پر پہنچادیا تو یہ اسلام کے محافظ بن گئے، ایک دور ایسا بھی آیا کہ تاتاریوں
کے سامنے سلجوقی حکمران نہ ٹھہر سکے تو ان کے ایک ترک سردار "ارطغرل"
نے الگ خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اس کی حد مشرقی روم سے جا ملتی تھی۔
ارطغرل کے پرچم تلے ترک جمع ہو گئے، اس کے بعد اس کے بہادر اور دانشمند
بیٹے عثمان نے ترک سلطنت کی حدود کو وسعت دی۔ اسی عثمان کے نام سے ترک
آل عثمان کہلائے۔ عثمان بہت وسیع النظر، اعلیٰ ظرف اور کمال کا منتظم تھا۔ اس
نے دور نبوی کے غزوات کا انداز اختیار کیا جس کی برکت سے اس نے باز نطینی

حکومت کے متعدد علاقے فتح کر لئے۔ اس نے امیر کا لقب اختیار کیا۔ ۱۳۱۷ء
میں اس نے بروسہ کا محاصرہ کیا اور چار سال کے طویل اور شدید محاصرے کے بعد
۱۳۲۱ء میں اس کو فتح کر لیا اسی سال اس باہمت انسان کا انتقال ہو گیا تو اس کے
بیٹے اور خان نے عنان اقتدار سنبھالی اور خان نے بروسہ کو دارالحکومت بنایا وہاں
عمدہ عمارات تعمیر کیں، علم وادب کے فروغ کیلئے مدارس قائم کئے۔ اور خان اور
اسکے بھائی اور وزیر اعظم علاوالدین نے سلطنت کو استحکام دیا اور باقاعدہ فوج تیار
کی، جسے "چوینی چری" کا شہرہ آفاق نام نصیب ہوا، اسلحہ بنایا، منجنیقیں بنائیں، اور
خان کے لشکروں کے سامنے کوئی سپہ سالار ٹھہرنے کی جرات نہ کر تا ۱۳۶۰
میں اور خان فوت ہو گیا تو اس وقت ترک ایشیا میں مستحکم تھے اور یورپ میں
فتوحات کے دروازے کھول چکے تھے اس کے بعد اسکا بیٹا "مراد اول" قوم کا قائد
بنا، وہ اپنے باپ کی طرح عالی ہمت اور حوصلہ مند تھا۔ اس نے سربیوں اور
بلغاریوں سے ان کے تمام علاقے چھین لئے۔ اس نے یورپ کی طرف قدم
بڑھایا اور تھریس کے مقام پر اپنا ہیڈ کوارٹر بنالیا۔ اور وہاں سے تہلکہ خیز معرکوں
کا آغاز کیا کہ یورپ کی نیندیں حرام کر دیں، اس نے بروسہ کی بجائے ایڈریا کو
اپنا پایہ تخت قرار دیا۔ یورپ کی کمزور حکومتوں نے اسکے حضور معاہدوں کی التجا
کی۔ ۱۳۷۱ تک اس نے بلقان کی پہاڑیوں پر شوکت اسلامی کے پرچم لہرادیئے،
زاروں کو اپنا مطیع بنالیا۔ پوپ اربن پنجم نے اسکے خلاف صلیبی محاذ قائم کیا،
تمام یورپی اکٹھے ہو کر میدان میں اترے مگر مراد اول نے انہیں عبرتناک شکست
دے کر گیلی پولی پر قبضہ کر لیا۔ اسکے بعد اتحادی سربیا کے حاکم کی قیادت میں
اترے تو اس نے دریائے مرکتزا کے کنارے پر ۱۳۷۱ء میں ان کا مقابلہ کیا اور

مقدونیہ پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں اس نے البانیہ اور یونان پر حملے کئے اور اس کے لشکر دور تک نکل گئے،، اس کے جرنیلوں خیر الدین، جندرلی، اور حاجی البرزی نے فتوحات جاری رکھیں۔ صوفیا، نیش فتح ہوئے، وینس نے روس اور کاکیشیا کے ساتھ شامل ہو کر بحر اسود میں تجارتی مفادات کے تحفظ کیلئے مراد اول کے سامنے معاہدے کی درخواست کی۔ ۱۳۸۹ء میں سربی، بلقانی، بوسینی، بلغاری قومیں ترکوں کے مقابلے میں اٹھ کھڑی ہوئیں تو، مراد اول نے ۲۰ جون ۱۳۸۹ء کو قوصوہ کے مقام پر انہیں پیوند خاک بنا کر رکھ دیا، مراد اول کو ایک عیسائی نے دھوکہ سے شہید کیا۔ مراد اول ایک عظیم حکمران اور صاحب کردار مسلمان تھا، اسکے بعد اسکے عظیم لخت جگر "بایزید یلدرم" کا دور شروع ہوا۔ جو نہایت برق رفتار، عالی ہمت، دور اندیش اور جفاکش حکمران تھا، اس کے حملے اسقدر تیز اور اچانک ہوتے تھے کہ تاریخ میں وہ یلدرم یعنی "برق خاطف" کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس نے ایشیا اور یورپ کے متعدد علاقے زیر کئے، وہ پہلا حکمران تھا جس نے اپنے لیے سلطان کا لقب اختیار کیا۔ بایزید نے آٹھ سال تک قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا اور اس دوران اس نے کئی بادشاہوں کے عروج و زوال کے فیصلے کیے۔ اور سب سے خراج وصول کیا، بایزید کی قوت و سطوت دیکھ کر اٹلی، جرمنی، فرانس، ہنگری، بلقان کے حکمرانوں نے پاپائے روم کے زیر سایہ بقا کیلئے عظیم لشکر تیار کیا۔ محمدی کچھار کے شیر مرد بایزید نے ۲۵ ستمبر ۱۳۹۵ء کو ان کا راستہ روک لیا پھر نکوپولس کے میدان کو اتحادیوں کا قبرستان بنا دیا، اس لڑائی میں ہزاروں عیسائی مارے گئے، سینکڑوں شہزادے ہزاروں امیر کبیر قیدی بنے، اس لڑائی میں سلطان کا جلال شاہانہ دیدنی تھا۔ اس نے عیسائی فتنہ پردازوں سے فدیہ

وصول کیا اور آئندہ اس کے مقابلے میں نہ آنے کے حلف لئے۔ ابھی قسطنطنیہ کا محاصرہ جاری تھا کہ وسط ایشیا سے تیمور آندھی اور طوفان کی طرح اٹھا اور سلطنت عثمانی کی سرحدوں میں گھس آیا، تیمور کا یہ حملہ تاریخ اسلامی کا بہت بڑا المیہ ہے۔ جسمیں صلیبی سازشیں کارفرما تھیں اور دو عظیم مسلمان طاقتوں کو ٹکرا کر پاش پاش کر دینا چاہتی تھیں، بایزید یورپ سے ہٹ کر تیمور کے مقابلے میں آیا مگر تیمور جیسے طوفانی اور تجربہ کار فاتح کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ انقرہ کے میدان میں اسے شکست اٹھانا پڑی۔ اسے پنجرے میں قید کیا گیا جس میں اسکا وصال ہو گیا۔ اس بات پر تمام مورخین متفق ہیں کہ اگر تیمور یہ تاریخی غلطی نہ کرتا تو یقیناً بایزید یلدرم کی بدولت یورپ کی تاریخ کچھ اور ہوتی۔ کہتے ہیں کہ اپنی اس غلطی کا تیمور کو بھی شدید احساس تھا، اس کے کفارے کیلئے اس نے ارض چین پر حملہ کیا مگر راستے میں فوت ہو گیا۔

تیمور کے ہولناک طوفان نے سلطنت عثمانی کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ بایزید کے بعد اس کے بیٹے محمد اول نے بکھری ہوئی حکومت کو یکجان کیا اس نے پہلے ملک میں امن و امان بحال کیا، دشمن طاقتوں سے نہایت دانشمندی سے معاہدے کر کے جنگی تیاری کا وقت نکالا، اس نے عثمانی حکومت کی گرتی ہوئی دیوار کو بہت سہارا دیا، مگر ۱۴۲۱ء میں اسے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد مراد ثانی منظر عام پر آیا اور خوب آیا، وہ مشکلات میں گھرا ہوا تھا مگر باحوصلہ تھا، بہادر تھا۔ یورپی طاقتیں ترکوں سے گن گن کر بدلے لے رہی تھیں۔ ہنگری، سربیا اور بوسینا نے متحد ہو کر حملہ کیا تو اسے مجبوراً دس سال کیلئے صلح کرنا پڑی، یہ بہت نازک وقت تھا۔ یورپیوں نے معاہدے توڑ دیئے تو اسے ان کے مقابلے میں ایک

بار پھر سر پہ کفن باندھ کر نکلنا پڑا، وہ خود اپنی فوجوں کی کمان کرتا تھا۔ اس نے اتحادیوں کو قوصوہ کے میدان میں شکست دی جہاں مراد اول نے پچاس سال پہلے ان کو تباہ کیا تھا۔ مراد ثانی کے بعد ۱۴۵۱ کو سلطان محمد فاتح ۲۱ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا تو ترکی اقتدار کا سورج اوجِ ثریا کو شرمانے لگا۔ سلطان محمد فاتح کی ذات گرامی تاریخ اسلام کا عظیم سرمایہ ہے۔ سلطان نے ۱۴۶۳ء میں قسطنطنیہ کو نہایت عقلمندی اور بہادری سے فتح کیا اور صدیوں پہ پھیلے ہوئے اس خواب کی تعبیر پیش کی۔ سلطان علم و فضل کے ساتھ جنگی معاملات میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ اس نے قسطنطنیہ کو دارالحکومت بنا کر یورپ و ایشیا کے وہ علاقے حاصل کئے جو تیموری طوفان کے بعد اس کے آبا کے ہاتھوں سے نکل چکے تھے، سلطان بہت امن پسند اور رحم دل تھا۔ اس نے مفتوحہ علاقوں کے ساتھ نہایت ہمدردی اور عفو در گزر کا مظاہرہ کیا، لوگوں کو امان عام دی، غیر مسلموں کی مذہبی آزادی پر کوئی حملہ نہ کیا۔ اس کے دور میں سب خوشحال تھے، سلطان نے ترکوں کی بحری طاقت کو بہت فروغ دیا، پاپائے روم نے اسکا بحری تسلط ختم کرنے کیلئے ہنگری اور وینس کے میکوں کو اکسایا کہ سلطان پر حملہ کریں، انہوں نے حملہ کیا مگر ناکام ہوئے۔ انتقاماً سلطان نے ڈاشیا اور کروشیا پر حملہ کر دیا۔ اور ۱۴۷۰ء میں وینس سے نیگروپارٹ کا علاقہ حاصل کرلیا اہل وینس نے ایرانیوں سے مدد طلب کی، ایرانی مشرقی جانب سے حملہ آور ہوئے مگر سلطان کی تلوار نے ارزنجان کے مقام پر انہیں کاٹ کر رکھ دیا۔ اگلے ہی سال ۱۴۸۰ء میں اس نے اٹلی کا شہر ٹرانٹو فتح کرلیا۔ اسی سال جزیرہ روڈس پر حملہ کیا، مگر زندگی نے وفا نہ کی اور یہ عظیم مسلمان حکمران تیس سال تک اپنے جاہ و جلال کی دھاک بٹھا کر چل بسا۔

خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

یہ حقیقت ہے کہ سلطان فاتح نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد رکھی اور اسکے اولوالعزم جانشینوں نے ایک بار پھر اسلام کا لوہا منوایا۔ بایزید یلدرم اسلام کے ساتھ مخلص تھا، وقتی طور پر اسے شکست ہوئی مگر اس کی نسل میں ایسے تاریخ ساز لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اسلام کو زندہ رکھا۔ جبکہ تیمور کو صرف کشور کشائی سے مطلب تھا۔ اس کے بعد اسکا کوئی جانشین بھی ایسا نہ ہوا۔ جو اس کے نام کو زندہ رکھتا، یہ تاریخ کے عبرتناک پہلو ہیں، کاش ہمارے فرمانروا ان پر نظر رکھیں۔

سلطان فاتح کے بعد اسکا ہوشمند بیٹا بایزید ثانی ۱۴۸۱ تا ۱۵۱۲ء بر سر اقتدار رہا، اس کے دور میں ہرزگونیا اور موریا کے علاقے بھی عظیم عثمانی سلطنت میں شامل ہو گئے، اس کے بعد اسکا عظیم اور باجروت فرزند سلیم اول تخت نشین ہوا۔ سلیم کا دور ترکوں کی بحری و بری قوت کے عروج کا دور ہے۔ اسے "سلیم یاوز" بھی کہتے ہیں، جسکا معنی ہے ہیبت ناک یا تیز مزاج، سلیم نے ترکی سلطنت کو ایران، شام اور مصر تک پھیلا دیا، اس نے خاندانِ صفویہ کو چالدرن کے مقام پر شکست دے کر تبریز پر قبضہ کیا۔ مشرقی اناطولیہ، آذربائجان، کردستان فتح کئے، ۱۵۱۶ء میں اس نے مرج دابق کے مقام پر آخری مملوک حکمران قانصوہ کو شکست دے کر شام کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ ۱۵۱۷ء میں مصر کو فتح کیا۔ شریف مکہ نے بھی اس کی اطاعت قبول کرلی۔ یمن بھی مطیع ہو گیا۔ اب اس نے خادم الحرمین کے ساتھ ساتھ خلیفہ اسلام کا لقب بھی اختیار کیا۔ سلطان سلیم نے اپنے آٹھ سالہ دور میں ہزاروں میلوں پر پھیلے ہوئے علاقوں میں اسلام

کی ہیبت طاری کر دی۔ اقبال نے اپنے ایک نعتیہ شعر میں اس کے جلال کو حضور پیغمبر اسلام ﷺ کے جلال کا مظہر قرار دیا ہے، کہتے ہیں

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

۱۵۲۰ء میں اسکا بیٹا سلیمان اعظم اسکا جانشین ہوا۔ اسے دولت عثمانیہ کا عظیم ترین حکمران تصور کیا جاتا ہے۔ ترک اسے سلیمان قانونی بھی کہتے ہیں۔ اس نے اپنی حکومت کی سرحدیں مغرب میں الجزائر اور شمال میں مری آنا تک پہنچا دیں۔ مصر کو مکمل فتح کیا۔ مالٹا اور ہسپانیہ کے بحری قزاقوں کو ختم کیا۔ سلیمان کے بحری کمانڈر خیر الدین بار بروسہ کا نام بہت مشہور ہے، اسکی فتوحات میں یہ عظیم سالار بنیادی کردار کا حامل ہے۔ سلیمان نے بہت سے علاقے اپنی فراست وذہانت سے بغیر جنگ کے حاصل کر لیے۔ وہ تعلیم یافتہ انسان تھا۔ روزنامہ کے واقعات کی ڈائری خود مرتب کرتا تھا۔ اس نے علم وادب کی بہت آبیاری کی۔ مسجدیں، مدرسے، کالج، ہسپتال، نہریں، پل تعمیر کیے، زراعت کو ترقی دی۔ انصاف، آزادی اور مساوات کے قانون لاگو کیے۔ اس کی دانشمندی، شرافت و لیاقت، اخلاق و کردار اور انسان دوستی کی وجہ سے تمام حکمران اسکا احترام کرتے تھے۔ وہ واقعی سلیمان اعظم تھا۔ بعد ازاں ترکی اقتدار کا سورج نصف النہار سے زوال کے دھندلکوں کی طرف بڑھنے لگا۔ سلیمان اعظم کے جانشین اتنے کامیاب حکمران ثابت نہ ہوئے، اسکا بیٹا سلیم ثانی عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ اس نے کئی علاقے کھودیئے، کئی حاصل کیے، پھر زوال کی پرچھائیوں میں خاصا عرصہ بیت گیا۔ ترکوں کی مشہور فوج 'ینی چری' سلاطین

کیلئے وبال جان بن گئی۔ صرف مراد رابع نے چراغ سحری کی طرح پھڑ پھڑانے کی کوشش کی اور چودہ سال تک اچھی حکومت کی، مگر زوال نے ترکوں کا پیچھا نہ چھوڑا۔

آل عثمان کا طویل دور حکومت اسلام کی سربلندی، عظمت ووقار کا دور تھا۔ جس نے یورپ میں مسلمانوں کی تعلیمات وفیوضات کے اثر چھوڑے۔ عثمانی حکومت کم وبیش پونے چھ برس تک قائم رہی۔ اس دوران ایک سے بڑھ کر ایک قابل اور حوصلہ مند حکمران آتا رہا۔ ترک صحیح العقیدہ مسلمان تھے، مذہب کا از حد احترام کرتے تھے۔ مذہبی شخصیتوں کا بہت ادب کرتے تھے۔ حکومت کا سب سے باعزت عہدہ شیخ الاسلام یا مفتی اعظم کا ہوتا تھا۔ ترکی سلطنت میں تصوف کو بھی بہت عروج نصیب ہوا بالخصوص نقشبندی سلسلہ کے فیوضات کو عام پذیرائی ملی۔ ترک اسلام کے اصول رواداری کے سختی سے پابند تھے، انہوں نے ازلی دشمنوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے ہزاروں یہودی تارکین وطن کو نہایت فراخدلی سے پناہ دی، عیسائی عوام کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا، رعایا کے ساتھ مروت و محبت کا انداز اپنایا۔ عثمانی قانون کے نفاذ میں عدل وانصاف کے علمبردار تھے۔ وہ اپنے دور زوال میں بھی اٹھارویں صدی تک شریعت کے پابند رہے، عثمانی مطلق العنان تھے مگر ان کے اقتدار میں مشاورت کی روح شامل تھی، وہ منکسر المزاج تھے، وہ رعایا کی ذاتی زندگی پر ہرگز مسلط نہ ہوئے، وہ خود افواج کی کمان کرتے اور سپاہیوں کے شانہ بشانہ تلوار کے جوہر دکھاتے تھے، انہوں نے کبھی یورپیوں کی طرح وحشت وبربریت کا انداز نہ اپنایا۔ ناحق قتل وغارت کی مثال ان کی تاریخ سے ناپید ہے۔ عثمانیوں کا زیادہ

وقت فتوحات میں گزرا، تاہم انہوں نے علوم وفنون کی سرپرستی بھی کی۔ سلیم و سلیمان خود اعلیٰ درجہ کے شاعر اور عظیم مقرر تھے۔ انہوں نے ترک ہوتے ہوئے عربی زبان کو ترجیح دی۔ ترک بہت وسیع القلب تھے۔ ایک شاعر یحییٰ نے سلیمان کے مقابلے میں اسکے بھائی بایزید کا ساتھ دیا تھا مگر سلیمان نے اس کو بہت بڑی جاگیر سے نوازا، ان کے دور میں جغرافیہ، اخلاقیات اور شعر و سخن پر بلند پایہ کتابیں رقم ہوئیں جنہیں یونیورسٹیوں میں نصاب کا درجہ حاصل ہوا۔ ترکی معاشرہ ہزاروں میلوں پر مشتمل وسیع و عریض علاقوں پر پھیلا ہوا تھا جسمیں عیسائی رعایا کی غالب اکثریت تھی، ان کے دور میں اسلام اپنی فطری تعلیمات کی وجہ سے خوب پھیلا۔ یہاں ہم یہ ضرور لکھنا چاہتے ہیں کہ اسلام جس نے عیسائیوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی بھی حفاظت کی تھی، عثمانیوں کے دور زوال میں عیسائیوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بن گیا، اس سے اسلام کی اعلیٰ ظرفی اور عیسائیت کی کینہ پروری روز روشن کی طرح واضح ہے، ترک سادگی پسند تھے۔ خوش اخلاق اور مہمان نواز تھے، اہل تسنن تھے۔

(۱۱)

سامانی حکومت کے زوال کے بعد سلطنت اسلامی میں غزنوی حکومت نے اپنا سکہ جمایا۔ اس کی ترقی کا باعث الپتگین تھا وہ سامانی عہد کا سپہ سالار تھا۔ اس کے بعد اسکا غلام اور داماد سبکتگین تخت نشین ہوا جس نے باقاعدہ غزنی خاندان کی داغ بیل ڈالی۔ حدود ملک کی توسیع کیلئے اس نے راجہ جے پال کو شکست دی اور ہندوستان میں پشاور تک کا علاقہ فتح کرلیا۔ اس کے بعد اسکے جواں ہمت،

فوز مند اور بت شکن بیٹے محمود غزنوی نے سامانیہ و صفاریہ حکومتوں کے تمام علاقے فتح کئے، اور سورما راجوں کو شکستوں سے دوچار کیا، خلیفہ بغداد نے اسے امین الملت کا خطاب دیا۔ سلطان محمود اسلام کا عظیم سپاہی تھا جس نے اسلام کی تبلیغ واشاعت اور عظمت و وقار میں اضافہ کیا۔ وہ بزرگان دین کا عقیدت مند تھا، حضور پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ اسے قلبی لگاؤ تھا۔ اس نے توحید و رسالت کی تعلیم عام کرنے کیلئے کفر و شرک کے سینکڑوں بتکدے مسمار کر دیئے۔ ہندوستان کا سومنات اسکی ضرب قہاری کے سامنے دو پل نہ ٹھہر سکا۔ تاریخ اسکی عظمت کو سلام پیش کرتی ہے۔ محمود نے غزنی میں علم و ادب کے خزانے لٹائے، فردوسی کا شاہنامہ اس کے عہد کی یادگار ہے۔ اطراف و اکناف کے علماء و شعراء اس کے دربار میں آکر قیام پذیر ہوئے، ابو الفضل بیہقی اور ابو ریحان البیرونی ان میں سر برآوردہ ہیں، اس نے ۹۹۷ء تا ۱۰۳۰ حکومت کی۔ اس کے تاریخ ساز حملوں نے ہندوستان میں بزرگان دین کی آمد کا راستہ بھی کھول دیا جن کی برکت سے مردہ دلوں کو حیات نصیب ہوئی۔

(۱۲)

سلطان محمود غزنوی کے جانشین نااہل ثابت ہوئے مگر ان کی کمی سلطان شہاب الدین غوری نے پوری کر دی۔ سلطان غوری نے ہندوستان میں باقاعدہ حکومت قائم کر کے اپنی خداداد فراست کا ثبوت دیا۔ اور فتوحات اسلامی زیادہ مفید اور موثر ثابت ہوئیں۔ شہاب الدین غوری بہت بہادر اور جانباز سپاہی تھا۔ اس کے بھائی غیاث الدین غوری نے ۱۱۷۳ء میں غزنی پر قبضہ کر کے اسے

حکمران بنا دیا۔ شہاب نے اپنے قدم مضبوط کر کے ہندوستان پر حملہ کیا اور
۱۱۷۵ء میں ملتان فتح کر لیا۔ تین سال بعد گجرات پر حملہ آور ہوا مگر شکست
کھائی۔ اس شکست نے اس کے ارادوں کو مہمیز لگائی اور وہ نئے عزم و ولولہ کے
ساتھ افق ہند پہ نمودار ہوا۔ اس نے پنجاب و سندھ کے علاقے فتح کئے۔ ۱۱۹۱ء
میں راجپوت پرتھوی راج سے مقابلہ ہوا مگر شکست کھائی۔ اس لڑائی میں سلطان
شدید زخمی ہو گیا۔ لیکن اگلے ہی سال اس نے پرتھوی راج سے بھرپور بدلہ لیا۔
پرتھوی راج میدان جنگ میں مارا گیا۔ اس طرح اس نے اجمیر اور دہلی پر قبضہ کر
کے راجپوتوں کی حکومت ختم کر دی۔۔ پھر ۱۱۹۴ء میں قنوج اور بنارس فتح کر
لیئے۔ اس نے دہلی میں اپنے غلام قطب الدین ایبک کو اپنا نائب مقرر کیا جس نے
تمام شمالی ہندوستان پر اسلام کو غالب کر دیا۔ یہاں سے سلاطین دہلی کا طویل
دور شروع ہوتا ہے، جس میں صدیوں تک مسلمان حکمرانی کرتے رہے،
سلطان غوری بلند کردار منصف مزاج اور اسلام کا زبردست محافظ تھا، اسکے
تربیت یافتہ سلطان ایبک نے فتوحات میں اہم کردار ادا کیا اور ہندوستان
میں خاندان غلاماں کی بنیاد رکھی۔ اسلام کا اعجاز دیکھئے کہ یہ غلاموں کو بھی جہانگیری
و جہانبانی کے منصب عطا فرماتا ہے۔ سلطان ایبک نے ملک میں امن و امان قائم
کیا۔ اسکا سلوک ہندو رعایا کے ساتھ بھی بہت اچھا تھا، وہ انصاف پسند، دریا دل اور
بہادر بادشاہ تھا۔ اس نے دہلی میں قطب مینار اور مسجد قوت الاسلام تعمیر کی،
ایبک کے بعد اس کے غلام التتمش نے حکومت سنبھالی اور باغی جرنیلوں کو
شکست دے کر عظمت رفتہ کو بحال کیا۔ اسکی قوت دیکھ کر عباسی خلیفہ مستنصر
نے اسے سلطان اعظم کا لقب دیا۔ اس کے دور میں چنگیز خانی لشکر سرحد

ہندوستان تک آ گئے۔ مگر آگے نہ آئے اور ہندوستان فتنہ تاتار سے بال بال
بچ گیا۔ ہو سکتا ہے اس میں التتمش کا رعب و دبدبہ کار فرما ہو کہ تاتاری آگے آنے
کی جرات نہ کر سکے، وہ بہت مدبر بادشاہ تھا۔ اسکی حکمت عملی نے ہندوستان میں
اسلام کی نوخیز حکومت کو مستحکم کرنے میں اہم ترین کردار ادا کیا۔ وہ آخری دم
تک لڑائیوں میں مصروف رہا پھر بھی اس نے علوم و فنون کی ترقی میں بہت دلچسپی
لی۔

خاندان غلاماں میں غیاث الدین بلبن کا دور بھی بہت سنہری دور ہے۔
اس کے رعب و داب کا شہرہ وسط ایشیا کی ریاستوں تک پھیلا ہوا تھا۔ وہ بہت
اصول پسند اور سخت گیر حکمران تھا۔ اس نے باغیوں اور دشمنوں کو سختی سے کچل
دیا۔ اس نے مغلوں، راجپوتوں کے حملے ناکام بنائے اور ملک کے تحفظ کیلئے
شاندار قلعے تعمیر کئے۔ اس نے امرا کی طاقت کم کر دی۔ بڑے سے بڑا آدمی بھی
جرم کرتا تو اس کے عدل و انصاف کی وجہ سے ضرور سزایاب ہوتا۔ وہ اپنے
زبردست جاسوسی نظام کی وجہ سے وسیع مملکت کے تمام واقعات سے آگاہ رہتا
تھا، اس نے ملک سے شراب نوشی، عیش پسندی اور بد چلنی کا سرے سے خاتمہ
کر دیا۔ اس کے قوانین کی وجہ سے کوئی شخص اپنے نوکر اور غلام پر بھی ناجائز سختی
نہ کر سکتا تھا۔ اس کے جلال کو دیکھ کر کئی بادشاہ مغلوں سے بچ کر اس کے ہاں پناہ
گزین ہوئے۔ وہ بہت متین الطبع تھا۔ دربار میں نہ خود ہنستا نہ دوسروں کو ہنسنے
کی جرات تھی۔

(۱۳)

سلاطین دہلی میں تغلق خاندان کے عظیم بادشاہ فیروز شاہ تغلق نے ۱۳۵۱ تا ۱۳۸۸ء بہت اچھی حکومت کی۔ وہ خود اسلام کا پابند تھا نہایت رحمدل اور انصاف پرور تھا۔ اس نے رفاہ عامہ کی طرف خصوصی توجہ دی۔ اس کا دور امن اور خوشحالی کا دور کہلاتا ہے۔ اس نے محمد تغلق کے ستائے ہوئے لوگوں کی سرکاری سطح پر مدد کی۔ سخت سزاوں کو نرم کیا، ناجائز ٹیکس بند کئے۔ شریعت کے قانون نافذ کئے، اس نے ہزاروں غلاموں کی تربیت کر کے معاشرے کا مفید فرد بنایا۔ تعلیم عام کرنے کیلئے سکول اور کالج تعمیر کئے علماء اور طلباء کے وظائف مقرر کئے۔ غریبوں کیلئے دیوان الخیرات قائم کیا ہسپتال قائم کئے جہاں عوام کو مفت علاج کی سہولت میسر تھی اس نے ۸۴۵ عمارتیں بنوائیں جن میں مسجدیں، مدرسے، شفاخانے، سرائیں، حمام اور خوبصورت باغات شامل ہیں۔ اس نے فیروز آباد کا مشہور شہر آباد کیا۔ اس کے علاوہ حصار فیروزہ، فتح آباد اور جون پور کے شہر بنائے۔ اس کے دور میں عوام میں سکون کی لہر دوڑ گئی۔

سلاطین دہلی میں اکثر پابند شریعت تھے، اگرچہ مطلق العنان تھے۔ مگر قوانین کا از حد احترام کرتے تھے۔ اکثر بادشاہ نہایت رحمدل، سخی، عادل، اور اعلیٰ ظرف تھے، عوام کے حقوق کے نگہبان تھے، خلیفہ بغداد کو دنیائے اسلام کا امیر تصور کرتے تھے، اور خطبے میں اسکا نام شامل کرتے تھے۔ سلطان ناصر الدین نے شاہی خزانے کو عوام کی امانت قرار دیا اور خود اپنے ہاتھ سے کمائی کر کے اپنے اہل خانہ کا پیٹ پالا۔ سلاطین دہلی غلام رکھتے تھے مگر ان کی تعلیم و تربیت کا خاص

خیال کرتے، چنانچہ بہت سے غلام بہت اونچے عہدوں پر فائز تھے، سلاطین دہلی کی اصلاحات ملک میں انقلاب برپا کر دیتی تھیں۔ دیوان وزارت، دیوان انشاء، دیوان برید دیوان قضا، دیوان عرض مشہور محکمے تھے جن کے ملازمین وقت اور کام کے بہت پابند تھے، غفلت پر سزا ملتی تھی، سلاطین روادار تھے، غیر مسلموں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے تھے۔ ہر شہر میں قاضی مقرر تھے جو قانون شرع کے مطابق فیصلہ دیتے تھے۔ سلاطین دہلی کی غالب تعداد نے بہترین حکومت کی۔ کچھ بادشاہ بے راہرو اور عشرت پسند بھی ہوئے مگر ان کو بہت جلد فارغ ہونا پڑا۔

قابل بادشاہ تاحیات حکمران رہتا اور عوام بھی اس کے ساتھ خوش رہتے بلکہ اس سے محبت کرتے تھے، انہوں نے فنون لطیفہ میں خاصی دلچسپی لی، خوبصورت عمارات آج بھی ان کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ وہ مذہب کا بہت احترام کرتے تھے۔ مذہبی معاملات میں ہرگز مخل نہ ہوتے، ہاں اگر کہیں اختلاف رونما ہوتا تو مصلحت آمیز مداخلت کرتے، حنفی المسلک تھے، ان کے دور میں تمام ہندوستان میں مسلمان حنفی تھے نظام حکومت کے جس حصے میں انہوں نے مذہبی اثرات چھوڑے وہ عدل وانصاف کا حصہ ہے۔ وہ احتساب کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے تھے۔ وہ تمام صوفیہ کرام کے از حد عقیدت مند تھے۔ ان کے دور میں بزرگوں نے سر عام دین محبت کی تبلیغ کی۔ اور لوگوں کی اخلاقی اصلاح فرمائی۔ خواجہ اجمیری، بختیار کاکی، خواجہ فرید، بہاؤالدین زکریا، خواجہ نظام الدین علیھم الرحمۃ، جیسے عظیم بزرگوں کا ان کے ساتھ رابطہ قائم تھا۔

(۱۴)

برصغیر پاک وہند کی تاریخ میں خاندان مغلیہ کی حشمت وسطوت ہر دل پر نقش ہے۔ اس خاندان کی بنیاد ۱۵۲۶ء میں ظہیر الدین بابر نے رکھی۔ بابر کی رگوں میں چنگیز خان اور امیر تیمور کا خون گردش کرتا تھا اس لیے وہ بلا کا بہادر اور جفاکش انسان تھا۔ پہلے تو بابر نے اپنے آبائی علاقے میں بہت محنت کی اور سردار شیبانی خان اور عبید اللہ خان جیسے ازبک سپہ سالاروں کو شکست دی نیز سمرقند اور قندہار کے علاقے فتح کیے۔ ان دنوں ہندوستان میں ابراہیم لودھی کی حکومت تھی جس سے عوام وخواص سخت نالاں تھے۔ ۱۵۲۴ء میں پنجاب کے حاکم دولت خان نے اسے برصغیر پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی اور اپنے تعاون کا یقین دلایا ۔ چنانچہ وہ اپنی بہادر فوج کو لے کر لاہور پہنچ گیا۔ دیپالپور کی مشہور چھاؤنی کو اجاڑا جس سے پنجاب مکمل طور پر اس کے ہاتھ آگیا۔ اس کے حوصلے جوان تھے ، بالاخر اس نے پانی پت کے میدان میں ڈھیرے ڈال دیئے اور ۲۱ اپریل ۱۵۲۶ء کو عصر کے وقت اسے سلطان لودھی پر فتح نصیب ہوئی۔ اس فتح کے بعد بابر نے دہلی، آگرہ اور گوالیار پر قبضہ کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ بادشاہت کے اعلان کے فوراً بعد اسے رانا سانگا کی ۸۰ ہزار راجپوتی فوج کے ساتھ جنگ لڑنی پڑی۔ مغل صرف ۱۰ ہزار تھے اس مقام پر بابر نے تاریخی تقریر کی جس نے اس کے مجاہدوں کا خون گرم کر دیا۔ اس نے شراب نوشی سے بھی توبہ کی۔ اس لڑائی میں مغلوں نے دشمن کے لشکر جرار کو کاٹ کر رکھ دیا۔ ۱۵۲۹ء میں بابر نے بنگال، بہار میں افغانوں کو شکست دے کر پورے ہندوستان پر قبضہ کر لیا۔ ۱۵۳۰ء میں

اس کی وفات ہوئی۔ بابر بہت عالی حوصلہ ، رحم دل، فیاض اور دلیر تھا، بابر کا معنی ہی "ببر شیر" ہے جو اس کی شجاعت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ وہ حسن اخلاق کا مجسمہ تھا۔ اس پر عزم فاتح نے ہندوستان کو ہمایوں ، اکبر ، جہانگیر ، شاہجہان ، اورنگ زیب جیسے بلند پایہ اور کامیاب حکمران دیئے۔

ہمایوں کی حکومت کے دوران بہار سے شیر شاہ سوری کا ظہور ہوا، شیر شاہ کا اصل نام فرید خان تھا۔ وہ ۱۵۴۰ء میں ۵۴ سال کی عمر میں بادشاہ بنا۔ اس نے ہمایوں کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے بہت سے راجوں کو بھی شکست دی۔ اس نے اپنے پانچ سالہ دور حکومت میں ہندوستان میں شاندار اصلاحات نافذ کیں، صوبے تقسیم کئے کہ ان کا انتظام بہتر بنایا جا سکے ، اس نے محکمہ پولیس کو منظم کیا جس کی وجہ سے ملک میں چوری اور راہزنی کی وارداتیں ختم ہو گئیں، اس نے پندرہ سو میل لمبی جرنیلی سڑک تعمیر کروائی۔ اس کے علاوہ اور بھی سڑکیں بنوائیں جن کی وجہ سے شہروں میں آمدورفت کا نظام بہت بہتر ہوا۔ زراعت ، ڈاک اور رفاہ عامہ پر خصوصی توجہ دی۔ مدرسے ، ہسپتال اور لنگر خانے تعمیر کیے ، عمارات بنوائیں، سہسرام میں اپنا مقبرہ بنوایا جو ہند کی عظیم عمارات میں شامل ہے۔ شیر شاہ بہت قابل ، دانشور ، رعایا پرور ، عالی ہمت ، منتظم بہادر ، متشرع بادشاہ تھا۔ اسے اکبر اعظم کا پیشرو کہا جاتا ہے کہ اکبر اعظم نے اسی کی اصلاحات سے استفادہ کیا۔ شیر شاہ کی وفات کے بعد اس کے جانشین مغلوں کا مقابلہ نہ کر سکے ، ہمایوں کے بیٹے جلال الدین اکبر نے سوری شہزادوں کو مار بھگایا اور پھر فتوحات حاصل کرتا ہوا ہندوستان کا بادشاہ بن گیا۔ اکبر کا اتالیق بیرم خان اس کا دست راست تھا۔ اکبر نے بڑی سیاست سے حکومت کی۔ اس نے ہندو راجاؤں کی

راج کماریوں سے شادیاں کیں اور ہندوؤں کو اعلیٰ منصب عطا کیے۔ اکبر کا آخری
دور اسلام کے حوالے سے بہت تباہ کن ثابت ہوا جس نے ہندوستان سے اسلامی
شعار کو ختم کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا جہانگیر تخت
نشین ہوا جسے حضرت مجدد الف ثانی جیسے بزرگوں کی صحبت بابرکت نے سیدھا کر
لیا اور ہندوستان میں اسلام نافذ ہوا۔ عدل جہانگیری ضرب المثل کی حیثیت رکھتا
ہے، جہانگیر بھی اپنے آباؤاجداد کی طرح بہت بہادر تھا۔ اس نے قلعہ کانگڑہ کو فتح
کیا جسے اکبر بھی فتح نہ کر سکا تھا۔ وہ بہت صاف گو عادل، روشن خیال، نرم دل
بادشاہ تھا۔ ہندوستان میں نفاذ شریعت کا کام اس کا کارنامہ ہے۔ پہلے پہل بلا کا
شراب نوش تھا، بعض روایات کے مطابق اس نے آخری دور میں توبہ کر لی تھی۔
وہ مصور، شاعر اور زبردست نثر نگار تھا۔ اس نے تزک جہانگیری لکھی جو ادب
میں مشہور ہوئی۔ وہ ہمہ وقت فلاح و بہبود کے کاموں میں مصروف رہتا تھا اور تمیز
رنگ و خون سے قطعاً بے نیاز تھا۔ ۱۶۲۷ء میں شہاب الدین شاہ جہان اپنے
بھائیوں پر فتح حاصل کر کے تخت دہلی کا وارث بنا اور مغلیہ اقتدار کو عروج پر لے
گیا، اس نے عالی شان عمارتیں بنائیں، باغات لگوائے، شہر آباد کیے، مسجدیں اور
قلعے تعمیر کئیے۔ شاہ جہان بہت اچھا حکمران تھا، اس کے بعد اس کا بیٹا اورنگ زیب
تخت حکومت پر فائز ہوا جو اپنی دانشمندی، اعلیٰ ظرفی، بہادری اور اسلام پسندی
کی وجہ سے مشہور ہے۔ اسے اسلام کا مجدد بھی کہا جاتا ہے۔ اورنگ زیب نے
۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء حکومت کی۔ عالمگیر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ
کے خانوادہ سے بہت متاثر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے سنیت و حنفیت کو بہت
فروغ دیا، فتاویٰ عالمگیری اسکا عظیم کارنامہ ہے۔ وہ شرعی قوانین کے نفاذ میں

معمولی لچک بھی برداشت نہ کرتا تھا۔ اس نے غیر شرعی ٹیکس منسوخ کر دیئے،
کفار پر جزیہ لازم قرار دیا۔ اس نے مغلوں کی بیجا رواداری کو ختم کر کے اسلام کی
بالادستی قائم کی۔ اس لیے اسے ہندو مورخین "مذہبی دیوانہ" کہتے ہیں۔ وہ بہت
فرض شناس تھا۔ اس نے خلفائے راشدین کی مانند سرکاری خزانے کو عوام کی
ملکیت قرار دیا اور خود درویشانہ زندگی بسر کی۔ وہ ٹھنڈے دل و دماغ والا انسان۔
انکسار پسند، علما کا قدر دان، بہت سی زبانوں کا ماہر اور علوم شریعہ کا زبردست عالم و
فاضل تھا، وہ بہت حاضر جواب، اور نڈر تھا، اس نے مغل اقتدار کو اس عروج پر
پہنچادیا کہ اس کے بعد اس کے وارث اس معیار کو قائم نہ رکھ سکے اور زوال شروع
ہو گیا، علامہ اقبال نے فرمایا ہے کہ برصغیر کے بادشاہوں میں اورنگ زیب کی
کوئی مثال نہیں اور صوفیوں میں مجدد الف ثانی کا کوئی جواب نہیں جب کہ
شاعروں میں بیدل کا کوئی ثانی نہیں۔ مغلوں میں بابر، جہانگیر، شاہ جہان اور
اورنگ زیب اسلام کی تاریخ میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ یہ سب بزرگان دین
کے عقیدت مند اور علمائے اسلام کے نیاز مند تھے۔ ان طبقوں کو اسلام کی
اشاعت کی کھلی اجازت تھی۔ جس سے متاثر ہو کر لاکھوں ہندو مسلمان ہوئے۔
لوگ معاشرتی، سماجی اور معاشی طور پر خوشحال تھے، اشیاء کی قیمتیں بہت سستی
تھیں۔ ان حکمرانوں کے دور میں نچلا طبقہ بھی مسرت کی زندگی بسر کرتا تھا۔
مسلمان عورتوں میں پردے کا رواج تھا۔ یہ حکمران مذہب کا پورا خیال رکھتے تھے
۔ مغلیہ عہد میں مجدد الف ثانی، خواجہ محمد معصوم، خواجہ سیف الدین، علامہ
عبدالحق محدث دہلوی، میر واحد بلگرامی، شاہ عبدالرحیم دہلوی جیسے عظیم افراد
پیدا ہوئے جن کی تعلیمات اسلام کا سرمایہ ہیں۔

نوید صبح

نور سے روشن فضائے بیکراں ہو جائے گی
پھر کلی کھل کر چمن میں گل فشاں ہو جائے گی

پھر بڑھیں گے جانب منزل خودی کے قافلے
پھر تمنا، درد دل کی جاوداں ہو جائے گی

وقت کے پردوں سے نکلیں گے اجالوں کے جلوس
زندگی گویا چمک کر کہکشاں ہو جائے گی

ذرہ ذرہ بن کے ابھرے گا شریک آفتاب
روشنی پھر آسماں در آسماں ہو جائے گی

پھر چھڑے گا نالہ الفت رباب شوق پر
عام دنیا میں وفا کی داستاں ہو جائے گی

پھر لب طائر پہ تڑپے گی نوید صبح نو
دور فردا کی جھلک سب پہ عیاں ہو جائے گی

گونج گونج اٹھیں گے پھر دشت و جبل کے مرحلے
پھر بلال حبش کی زندہ اذاں ہو جائے گی

رحمتوں کے سرمئی بادل اُمڈ آئیں گے پھر
تشنگی، تشنہ لبوں سے "بدگماں" ہو جائے گی

شانہ فطرت پہ بکھرے گی کبھی زلفِ وفا
چشم بینا، راز حق کی رازداں ہو جائے گی

بے زبانوں کو عطا ہو گا زباں کا حوصلہ
آرزو بولے گی، خاموشی، بیاں ہو جائے گی

آبلہ پاؤں کو ہو گا غیب سے اذن سفر
دشت پیمائی کی پھر حسرت جواں ہو جائے گی

پاسباں کعبے کو مل جائیں گے بت خانے سے اور
کفر اڑ جائے گا، ظلمت بھی دھواں ہو جائے گی

پھر ملے گا دہر میں ناقہ سواروں کو عروج
پھر حدیٰ خوانوں کی بستی نغمہ خواں ہو جائے گی

شجر فطرت ہو گا ملت کا حیا سے آب ناک
بندگی، بیگانہ، سود وزیاں ہو جائے گی

فرد امت ہو گا پھر آئین کا آئینہ دار
بزم ہستی، خوگر امن واماں ہو جائے گی

پھر نظر میں ہو گا پیغام رسالت کا خیال
قسمت انساں بھی آسودہ جاں ہو جائے گی

رات کو آنکھوں سے جو برسے گی اشکوں کی گھٹا
دن کو بڑھ کے صورتِ سیل رواں ہو جائے گی

کوہ پہ ہو گا ہویدا، جلوہ طورِ ازل
دشت میں پیدا بہار گلستاں ہو جائے گی

راہ الفت میں غلامِ زار کی آہ رسا
کیا خبر تھی آج جرس کارواں ہو جائے گی